مکتوباتِ امجد

مرتبہ

نصیرالدین ہاشمی

حکیم الشعرا سید احمد حسین صاحب امجد کے مکتوبات

مرتبہ

جناب مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی

(مولف دکن میں اردو، یورپ میں دکھنی مخطوطات
حضرت امجد کی شاعری، رہبر سفر یورپ وغیرہ)

ناشر

محمد شمس الدین خاں مالک شمس المطابع حیدر آباد دکن

پیش لفظ

از عالیجناب نواب جیون یار جنگ بہادر رکن مجلس عالیہ عدالت

مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب نے جب مجھ سے فرمایش کی کہ میں مولانا امجد کے خطوط پر تقریظ لکھوں، تو مجھے معاً یہ خیال گزرا کہ میں اور مولانا امجد؟ "چہ نسبت خاک رابا عالمِ پاک"۔ چھوٹا منہ بڑی بات، میں کس طرح قلم اٹھا سکتا ہوں۔

مگر مسٹر ہاشمی کی خواہش کو رد کرنا چونکہ میرے امکان سے خارج تھا اس لئے بلحاظ اوس حسنِ عقیدت کے جو مجھے مولانا امجد سے حاصل ہے، بدرجہ مجبوری یہ چند سطور قلمبند کئے جاتے ہیں :-

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ کسی شخص کے حقیقی جذبات، احساسات معلوم کرنے کیلئے اوس کے اصلی حالات و تمدن و معاشرت کو معلوم کرنیکی کوشش کرنی چاہئے، اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ تمام تکلفات کو پس پشت ڈال دیا جائے، تصویر کے دو رُخ ہوا کرتے ہیں، ایک رُخ تو وہ ہے کہ جو تکلفات کے جامے میں ظاہر ہوتا ہے، دوسرا رُخ اس چیز سے منزہ و پاک ہوتا ہے، جیسے کیفیات منکشف ہوتے ہیں، اور یہی وہ رُخ تصویر کا ہے جس کو صحیح ماننا چاہئے۔

مولانا احمد حسین صاحب امجد کے نام نامی سے کون واقف نہیں ہے، شاعر کی حیثیت سے جو نازک خیالی کا اظہار رباعیات میں فرمایا جاتا ہے وہ اپنی آپ نظیر ہے۔

عام کہاوت ہے کہ کوئی پیغمبر اپنے وطن میں قدر و منزلت حاصل نہیں کرنے پاتا' بلدہ فرخندہ بنیاد میں اب کل ایسے حضرات ملینگے جو مولنٰا امجد سے واقف نہوں' لیکن ہندوستان کی علمی دنیا انکے کمالات کی معترف اور دل سے انکی عزت کرتی ہے' یہ پہلو مولنٰا امجد کی زندگی کا عالمانہ ہے' اونکی نظم و نثر نکات اور بلند خیالی سے مملو ہے' اونکا تبحر اظہر من الشمس ہے' اونکی اخلاقی تعلیم و بالغ نظری اونکی تصانیف سے مترشح ہے' انکے مطالب کو سمجھنے کیلئے استعداد کی ضرورت ہے' پھر بھی زبان سلیس اور طرز ادا عام فہم اور دلکش ہے' شاعر بنتا نہیں بلکہ پیدا ہوتا ہے'

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ارسطاطالیس کی تعریف کے مطابق شاعر ہر قسم کے خیالات' جذبات اور احساسات کی تصویر کھینچ سکتا ہے' یوں تو عام لوگوں کے خیال میں ہر مقفٰی اور مسجع عبارت شعر ہے' بہر کیف میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مولنٰا امجد کی زندگی کا وہ پہلو جو بحیثیت ایک عالم متبحر اور صوفی کامل کے ہے انکی تصانیف سے مبرہن ہے' مگر یہ پہلو تکلفات سے خالی نہیں ہے ہم مولنٰا کو سادگی اور بے تکلفی کی حالت میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ جب ایک انسان دوسرے انسان سے بلا کسی رکاوٹ کے ملتا جلتا' بات چیت کرتا اور خط و کتابت کرتا ہے' لہذا اصلی حالات' خیالات' جذبات و کیفیات کے معلوم کرنیکا یہی ایک واحد ذریعہ ہے جسکو مورخین نے خاص اہمیت دے رکھی ہے' چنانچہ دنیا کی بڑی اور قابل تعظیم ہستیوں کے رقعات' خطوط اور نجی تحریرات نہایت کوشش اور فکر سے فراہم کیجاتی ہیں' اور انسے مفید نتائج اخذ کرنیکی سعی بلیغ کی جاتی ہے۔

مولنٰا امجد کے یہ خطوط اونکے اخلاق' تمدن' اور معاشرت کا اصلی مرقع ہیں' اور مجھے قوی امید ہے کہ انکی اشاعت مفید عام ہوگی اور اردو ادب پر جو احسان عظیم مولنٰا امجد فرمارہے ہیں اسکی یاد دل میں تازہ ہوتی رہے گی۔ فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوبات امجد

مقدمہ

(۱)

آج کل سے قطع نظر زمانہ سابق میں بھی عربی زبان میں فنِ انشاء نے بڑی ترقی کی تھی، جس کی تصدیق اس فن کی بے نظیر کتابوں سے ہو سکتی ہے۔ انشاء پرداز اور کاتب اپنے وقت کے بڑے ماہرِ فن ہوتے تھے۔ شاہی کاتبوں کے فرائض نہایت اہم تھے کیونکہ بادشاہ کے تمام راز ان سے پوشیدہ نہیں رہتے تھے۔ کاتب کا صرف یہی ایک کام نہیں تھا کہ وہ اپنے فن میں ماہر ہو بلکہ اس کے سوا اور بہت سے فرائض ان سے متعلق تھے، اسی طرح کاتبوں کے بہت سے اقسام [1] تھے۔

عربی کی طرح فارسی کا حال تھا انشاء کی کئی کتابیں مشہور و معروف ہیں۔ ایران کے قطع نظر ہندوستان خصوصاً جنوبی ہند میں بھی فارسی کا بڑا رواج تھا۔ اسلئے یہاں بھی اس فن کی بیسوں کتابیں مرتب ہوئیں۔ خواجہ محمود گاواں وزیر اعظم سلطنت بہمنیہ نے مناظر الانشاء کے نام سے

---

[1] مولوی نجیب اشرف ندوی ایم اے نے اپنے تالیف مقدمہ رقعات عالمگیری میں اسکی پوری تفصیل کی ہے۔

ایک کتاب لکھی تھی، جس میں فن انشاء اور مکاتب پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔
یہاں انشاء پرداز اور کاتب کا نام منشی تھا۔
فارسی کے بعد اردو زبان کی طرف متوجہ ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ
اس زبان میں بھی شروع سے اس فن کی طرف توجہ کی گئی مختلف دور کے
انشاء پرداز اور مصنف مشہور ہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ فارسی کی تقلید میں مسجع
اور مقفیٰ عبارت لکھی جاتی تھی اور وہی بہترین ادیب اور قابل انشاء پرداز سمجھا
جاتا تھا جس کی عبارت مسجع اور مقفیٰ ہوتی تھی۔ اس طریقہ کے انشاء کو موقوف
کرنے کا آغاز بھی دکن سے ہوا۔ مگر اسکی ترقی غالب اور سید احمد خاں مرحوم
کی رہین منت ہے۔
ان کے بعد اردو کے وہ پانچ نامور انشاء پرداز جلوہ نما ہوتے ہیں جنکے
کارنامے آج زبان اردو کے انمول جواہرات ہیں یعنی شبلی۔ حالی۔ آزاد
نذیر احمد اور ذکاء اللہ۔ ان ہی کی خوشہ چینی نے شمالی ہند اور پنجاب میں
جس قدر انشاء پرداز اور ادیب پیدا کئے ہیں وہ ارباب علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔
شمالی ہند کے قطع نظر دکن میں بھی اردو کو ترقی ہوتی گئی اور کئی نامور
ہستیاں اپنے کارناموں سے زندہ جاوید ہیں۔ اس کی پوری تفصیل
دکن میں اردو کے تیسرے اڈیشن سے ہو سکتی ہے۔
فی زمانہ جامعہ عثمانیہ کے باعث اردو شاعری اور انشاء پردازی کو جو ترقی
ہو رہی ہے وہ ارباب بصیرت سے مخفی نہیں ہے، یہ ترقی آیندہ درخشاں مستقبل

کا پیش خیمہ ہے۔

انشار کی ایک شاخ "مکتوبات" بھی ہے عربی اور فارسی میں جو ذخیرہ اسکے متعلق موجود ہے اس کی تفصیل یہاں طوالت کا موجب ہے۔ مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ رقعات عالمگیری اور مکتوبات مجدد الف ثانی فارسی زبان کے گراں بہا جواہر ہیں۔

اردو زبان میں سب سے پہلے غالب کے خطوط "اردوئے معلی" کے نام سے شائع ہوئے۔ یہ خطوط اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک خاص حیثیت رکھتے ہیں، کیونکہ اس کے پہلے ایسے صاف اور سادہ عبارت میں خطوط لکھنے کا طریقہ نہیں تھا اور پھر اہل علم اردو کے بجائے فارسی میں ہی اپنے خطوط لکھا کرتے تھے۔ غالب ہی جدید طریقہ کے موجد ہیں کہ انہوں نے خطوط کو روز مرّہ بول چال میں لکھنا شروع کیا۔

"اردوئے معلیٰ" شائع ہونے کے بعد گو ابتدا میں کچھ عرصہ تک اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی مگر گزشتہ پندرہ بیس سال میں عام طور سے اسکی طرف توجہ کیگئی ہے۔ اور کئی ارباب علم اور مشاہیر کے خطوط شائع ہوئے بعض مکتوبات جن سے ہم واقف ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) مکاتیب شبلی۔ مولانا سید سلیمان ندوی صاحب نے دار المصنفین کی جانب سے انکو شائع کیا ہے۔ یہ خطوط اپنے ادبی، علمی، تاریخی، اخلاقی اور سیاسی حیثیت سے زبان اردو میں ایک خاص درجہ رکھتے ہیں۔

(۲) مولانا شبلی کے خطوط موسومہ عطیہ بیگم فیضی ایک علیحدہ رسالے میں

شائع ہوئے ہیں اسپر مولوی عبدالحق صاحب بی اے معتمد انجمن ترقی اُردو نے ایک مقدمہ بھی لکھا ہے۔

یہ خطوط مولانا شبلی کی سیرت کے ایک خاص حصہ پر روشنی ڈالتے ہیں اور عورتوں کے متعلق مولانا کے جو خیالات تھے ان کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک تعلیمیافتہ خاتون کی صحبت کا کسقدر عمدہ اثر ہوتا ہے۔

(۳) مکتوبات سرسید، سید احمد خاں مرحوم کے خطوط، انکو مرحوم کے پوتے نواب سر مسعود جنگ بہادر (سید راس مسعود صاحب) نے شائع فرمایا ہے۔

(۴) نواب محسن الملک اور وقار الملک کے خطوط کا مجموعہ محمد امین زبیری صاحب نے بھوپال سے شائع کیا ہے۔

(۵) امیر مینائی کے خطوط۔

(۶) اکبر الہ آبادی کے خطوط

(۷) خواجہ حسن نظامی کے خطوط

ان کے علاوہ غالباً بعض اور اصحاب کے خطوط بھی شائع ہوئے ہیں یہ سب خطوط شمالی ہند سے تعلق رکھتے ہیں۔ دکن میں اب سے چودہ پندرہ سال قبل صرف مولوی محب حسین مرحوم کے خطوط کا ایک مجموعہ جو صرف افضل النساء بیگم کے موسومہ تھے "خطوط محب" کے نام سے شائع ہوا تھا اس کے بعد اب تک کسی کے خطوط شائع نہیں ہوئے۔[۱]

---

[۱] اگرچہ ایک سالہ میں تین خطوط مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت اور مولانا جمال الدین نوری مرحوم کے شائع ہوئے ہیں مگر چونکہ یہ ایک خاص مسئلہ سے متعلق ہیں اسلئے انکو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

اس امر کی ضرورت تھی کہ مشاہیر دکن کے خطوط بھی زیور طبع سے آراستہ کرکے منظر عام پر لائے جاتے مگر اب تک کسی نے اس پر توجہ نہیں کی اسلئے ہم سردست حضرت امجد کے چند خطوط پیش کرتے ہیں۔

(۲)

حکیم الشعرا حضرت سید احمد حسین صاحب امجد مدظلہ کی شخصیت اب کسی تعارف اور توصیف کی محتاج نہیں ہے، آپ کی شاعری خصوصاً رباعی کا تمام ہندوستان میں سکہ بیٹھا ہوا ہے۔ اور اقلیم رباعی کے آپ بادشاہ قرار دئے جا سکتے ہیں۔ کئی ارباب قلم کی متفقہ رائے ہے کہ دیگر اصناف سخن میں بھی آپ ید طولیٰ رکھتے ہیں آپ کی مثنوی۔ غزل۔ قطعہ۔ تضمین وغیرہ بھی بے نظیر ہوتی ہے، گزشتہ سال راقم نے آپ کے تمام اصناف سخن پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک رسالہ "حضرت امجد کی شاعری" کے نام سے شائع کیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے یہاں مختصر طور پر آپ کی نثر پر بھی کچھ روشنی ڈالی جائے۔

ایسے بہت کم شعرا ملیں گے جو نظم کے ساتھ ساتھ نثر میں بھی خاص ملکہ رکھتے ہوں، اور ایک نامور شاعر کے ساتھ بہترین نثار اور قابل انشا پرداز کی حیثیت سے شہرت حاصل کی ہو۔ اکثر مشہور و معروف شعرا کی نثر دستیاب نہیں ہوتی اس میدان میں انکی جولانی نظر نہیں آتی۔

حضرت امجد جہاں اقلیم سخن میں اپنے بیش بہا کلام کے باعث مہر تاباں کی حیثیت رکھتے ہیں وہاں نثر نویسی اور انشا پردازی کے میدان

میں بھی آپ کا خامہ گوہر بار جواہر پارے بکھیرتا ہے۔ بعض لوگ آپ کی نثر کو نظم پر ترجیح دیتے ہیں اور بعض نظم کو نثر سے مرجح سمجھتے ہیں۔ ع

ہر اک جواب ہے سخن لاجواب کا

اب تک نثر میں آپ کی تین کتابیں منظرعام پر نمایاں ہو چکی ہیں اور چوتھی مطبع میں ہے۔ انکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) جمال امجد (۲) حج امجد (۳) حکایات امجد (۴) گلستان امجد

جمال امجد آپ کی خود نوشتہ سوانح زندگی ہے، مگر یہ ایسی سوانح زندگی ہے جس میں تصوف اور حقائق کا خزانہ جمع کر دیا گیا ہے، معرفت اور حقیقت کا دریا بہا دیا ہے، فلسفہ اور حکمت کا مخزن بنا دیا ہے۔ اس کتاب کو کسی نے دس دفعہ پڑھا ہے کسی نے بیس دفعہ کسی نے سو دفعہ مگر پھر بھی اس کتاب کے مطالعہ سے فراغت حاصل نہیں ہو سکتی اس کتاب کے متعلق ہندوستان کے علمی رسالے معارف نے لکھا ہے کہ "اس کتاب سے ذوق ادب کی تشفی ہوتی ہے اور کاہش دل کی تسکین"۔

"حج امجد" آپ کے حج کے حالات پر مشتمل ہے مگر دوسرے سفرناموں سے اسکو کچھ نسبت نہیں ہے، اس میں ایک محب صادق اور عاشق جانباز کے ان خیالات اور جذبات کا اظہار ہوا ہے جو رب العالمین اور رحمۃ العالمین کے درباروں میں پہنچکر اسکے دل اور دماغ نے قلم کے ذریعہ صفحۂ قرطاس پہ منقش کئے ہیں۔ ہر مقام کی کیفیت اس طرح لکھی گئی ہے کہ قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ میں وہیں ہوں اور یہ حالات مجھی پر گزر رہے ہیں۔

حکایات امجد میں بظاہر آپ کے بعض پیش آمدہ امور بطور حکایت پیش ہوئے ہیں، مگر یہی حکایات گلستان سعدی اور مثنوی رومی کی طرح ارباب بصیرت کیلئے ایک بیش بہا خزانہ ہے۔

گلستان امجد شیخ سعدی کی گلستاں کا ترجمہ ہے، اگرچہ یہ ہنوز شائع نہیں ہوا ہے، مگر ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں جس طرح آج تک فارسی میں گلستاں کا جواب نہیں ہے اسی طرح اسکا یہ ترجمہ بھی ایسا ترجمہ ہے جس کا جواب نہیں ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ فارسی گلستاں اپنے تمام خصوصیات کے ساتھ اردو کے قالب میں آگئی ہے۔

حضرت امجد مدظلہ کی نثر کی بعض خصوصیات یہ ہیں:۔

آپ کی نظم کی طرح نثر بھی بالکل صاف، سادہ اور عام فہم ہوتی ہے۔ اسمیں فارسی اور عربی کے لغت اور ثقیل الفاظ نہیں ہوتے اسکے سمجھنے میں کسی کو کوئی دقت نہیں ہوتی۔

آپ کی نثر چھوٹے چھوٹے جملوں سے مرکب ہوتی ہے اسکے جملوں میں مبتدا اور خبر میں زیادہ فصل نہیں ہوتا۔

آپ کی نثر میں کہیں کہیں شوخی اور ظرافت کے گرم گرم فقرے آجاتے ہیں جن سے پڑھنے والے کو ایک خاص لطف ملتا ہے۔ اور کبھی ہندی کے الفاظ اور جملے آپ کے نثر میں آجاتے ہیں جس سے آپ کی نثر میں ایک شیرینی پیدا ہوجاتی ہے۔

نظم کی طرح نثر میں بھی حکمت اور معرفت کے بیش بہا مضامین اس طرح صاف اور واضح طور پر ادا ہوتے ہیں کہ پڑھنے والے کو لطف آجاتا ہے وعظ و نصیحت کے بڑے سے بڑے مضمون یا تقریر سے وہ بات حاصل نہیں ہو سکتی جو آپ کی ایک مختصر حکایت یا فقرہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔

آپ نظم ہو یا نثر دونوں میں کسی شخص خاص کے اسلوب بیان کی پیروی نہیں کرتے بلکہ آپ کا طرز بیان سب سے بالکل جداگانہ ہے، اور اسکے آپ موجد قرار دئے جا سکتے ہیں۔

آپ کی نثر کے متعلق ڈاکٹر سید محی الدین قادری کی یہ رائے بالکل صحیح ہے کہ "حضرت امجد کو اردو کے جدید نثر نگاروں میں بھی خاص رتبہ حاصل ہے اور جیسے جیسے ان کی نثر کا مطالعہ بڑھتا جائے گا۔ اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوگا۔[۵]"

یہاں مختصر طور پر آپ کی نثر کے نمونے بے موقع نہیں ہو سکتے :۔

طغیانی رودموسی کے حالات

تقدیریں جب تک ماں بیوی کا ساتھ دینا لکھا تھا ساتھ دے چکے اب ماں دیکھ رہی ہے، بیٹا بہا چلا جا رہا ہے اور جاتا بھی کیسا جیسے کڑی کمان سے تیر نکلتا ہے، یہاں تک کہ بہتے بہتے ایک درخت کے قریب

---

[۵] مجلہ عثمانیہ

پہونچکر اس کی جھکی ہوئی ڈالی فوراً پکڑ لی، اور ساتھ ہی پلٹ کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا، ہم اسوقت اپنے ساتھیوں سے تقریباً سو گز دور ہو گئے تھے۔

ہم نے وہیں سے چلاکر آواز دی، کہ بچی کو کسی بہتے ہوئے صندوق میں بند کر کے بہا دو، ممکن ہو تو میں اس طرف سے نکال لونگا۔ اور تم بھی کسی تختے وغیرہ کا سہارا لے کر اپنے آپکو دریا کی موجوں کے حوالے کر دو۔

حضرت کن فیکون کے تماشے دیکھتے جائیے، اس کہنے کے بعد ہی والدہ کے سامنے مختلف سامانوں کے ساتھ ٹین کا ایک بڑا صندوق بھی بہتا ہوا آگیا، والدہ نے اسکو پکڑ بھی لیا۔ اور چاہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کیطرح بچی کو صندوق میں بند کر کے بہا دیں، مگر قسمت کی بات صندوق مقفل نکلا، والدہ نے مایوسی کے ساتھ پھر مجھے پکار کر کہا بیٹا صندوق کو قفل لگا ہے پھر صندوق کو چھوڑ کر ایک بڑی شہتیر پکڑ لی اور اپنی بہو کو بھی اسکے تھام لینے کی ہدایت کر کے اپنے آپ کو دریا کے حوالہ کر دیا پھر ہولناک راستہ چند قدم ہی طے ہوا تھا کہ بیوی کے ہاتھ سے شہتیر نکل گئی، پھر پتہ نہ چلا کہ کیا ہوئیں۔

تھوڑی دیر کے بعد والدہ بھی نہ سنبھل سکیں شہتیر سے دور جا پڑیں کبھی ڈوبتی ہیں، کبھی اچھلتی ہیں، کبھی صرف سر کے بال نظر آتے ہیں کبھی زور کر کے ابھرتی ہیں تو کچھ صورت بھی نظر آجاتی ہے مگر پلک جھپکنے

تک پھر ڈوب جاتی ہیں، آہ آہ ان تمام طوفانی مناظر میں یہ منظر بھی جو کچھ
تھا اسکا اندازہ ہمارے سوائے شاید ہی کوئی کر سکے۔" (جمال امجد صفحہ ۹۰ و ۹۱)

خدا کس کا

ایک دفعہ گفتگو ہو رہی تھی، خدا ایک ہے، بندے لاکھوں ہیں ہر شخص
یہی سمجھتا ہے، خدا میرا ہے، معلوم نہیں حقیقت میں خدا کس کا ہے اور کس کا
نہیں ہے، اللہ! تو کس کا ؟

سلمیٰ نے کہا، آپ کس کا ؟ کیا پوچھتے ہیں ؟ جس نے اُسے پکارا
وہ اُسکا ہے، مثال کے لیے دیکھیے دُنیا میں ہزاروں لاکھوں چیزیں ہیں
جمادات ہیں، نباتات ہیں، حیوانات ہیں، کیا ان میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ
فلاں چیز فلاں شخص کے لیے خصوصیات کے ساتھ بنائی گئی ہے، نہیں
کوئی چیز بھی دُنیا میں کسی کے نامزد ہو کر نہیں بنی ہے، جس نے استعمال کیا
جس نے کام لیا بس وہ چیز اسی کی ہو جاتی ہے ۔ قل ما یعبؤ بکم
ربی لولا دعاؤکم

امجد! اس جا کسی کی تخصیص نہیں جو مجھکو پکارتا ہے، اسکا ہوں میں
سنتا ہوں صدائے دردِ ہر بیکس کی ملنے والے سے، دل سے ملتا ہوں میں

جمال امجد صفحہ ۱۴۴

ہماری شیخی

ایک دفعہ ہمنے کہا کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم بھی مرشد بن بیٹھیں سلمٰی نے کہا خدا خیر کرے، آخر اس سے آپ کی علت غائی کیا ہے؟ ہمنے کہا، علت؟ وہ تو بالکل صاف ہے، محنت نہ مشقت، اور دولت ہی دولت، ہم کسی کے پاؤں پر لاکھ سر رکھیں ایک پیسہ نہیں ملتا اور مرشد ہیں کہ ان کے پاؤں پر سر رکھ کر نذریں پیش کی جاتی ہیں، واہ جی واہ سر بھی دیں اور زر بھی۔

ہم بھی کنز مخفی کے اسرار بیان کر کے کنز جلی کھینچنے کی فکر کرینگے اور مسندِ ارشاد پر متمکن ہو کر کسی جاگیر کی سند حاصل کرینگے۔

جہاں میں سب کی ہے صرف ایک داستاں پیسہ
سوال عاشقِ مولا کا ہے، میاں پیسہ

سلمٰی نے کہا، کیا بے ایمانی کے لئے دنیا میں تمام راہیں بند ہو کر یہی ایک کفر خیز ایمان نما پگڈنڈی رہ گئی ہے؟ دین کی آڑ میں دنیا کمانا اپنے شیطانی اور نفسانی اعمال سے، سچے بزرگوں کے روحانی برکات کو داغدار کر دینا مجھ ناقص رائے عورت کی ناقص رائے میں شرک کی طرح ظلم عظیم بلکہ اعظم ہے، نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

دنیا کو کیا خراب اچھا بنکر لی جان ہزاروں کی مسیحا بنکر
شیخ نجدی (شیطان کو کہتے ہیں) اخدا ہی سمجھے تجھ کو ڈھایا کعبے کو تو نے قبلہ بنکر (مراد دل)

جمال امجد صـــ ۲۱۱

"تیسرا جبل ثور" اس پہاڑ اور اسی غار کو دیکھنے کا ہم کو بچپن سے شوق تھا۔ قرآن میں جب کبھی ثانی اثنین اذ ہما فی الغار پڑھتے کسی نہ کسی غار کی شکل سامنے آجاتی تھی، مکہ معظمہ جانے سے پہلے ہی اس غار شریف کو دیکھنے کا ہم نے مصمم عزم کر لیا تھا۔

مکہ آکر تو اور بھی بے چین ہو گئے جس سے جبل ثور کا پتہ پوچھتے لا اعلم کہتا اور جو کوئی پتہ جانتا تھا، ہمکو جانیسے روکتا تھا۔

حکومت کی ممانعت مسافت کی بُعدت، دہوپ کی شدت، ریگستان کی تپش، بلند پہاڑوں کی چڑھائی سے خوف زدہ کر دینا پھر بھی ہم روز تجویزیں سوچا کرتے۔

آخر کب تک صبر کرتے۔ کہاں تک ضبط کرتے۔ ایک دن نماز فجر کے بعد توکلت علی اللہ ایک دوست کے ساتھ کچھ پانی اور روٹی لیکر چل کھڑے ہوئے۔

سویرے کا وقت تھا ٹھنڈے ٹھنڈے بہت دُور تک چلے گئے۔ ڈیڑھ دو گھنٹے میں ریتیلا راستہ ختم ہوا، اس کے بعد پہاڑ کی چڑھائی شروع ہوئی پہلا پہاڑ کھر ہمت چست باندھ کر جست و خیز کرتے ہوئے خوشی خوشی طے کر لیا۔ اس کے بعد دوسرا پہاڑ شروع ہوا۔ اب کسی قدر قدم میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہوتی چلی، پھر بھی دہوپ کم تھی، آہستہ آہستہ چلے جاتے تھے ایک گھنٹہ میں دوسرا پہاڑ بھی ختم ہوا۔ اب تیسرا پہاڑ، اور سب سے بڑا پہاڑ سامنے تھا، اب تو طاقت طاق ہوگئی پاؤں نے بالکل جواب دیدیا"

تھک کر بیٹھ گئے، دھوپ آہستہ آہستہ تیز ہوتی چلی، سایہ کا کہیں پتہ نہیں، لامحالہ پھر اُٹھنے اور چلنے پر مجبور ہوئے اور قدم گنتے ہوئے چلے کہیں تو دُور تک ڈھلواں پتھروں کی چڑھائی تھی، کہیں تیز اور نکیلی چٹانیں تھیں۔

پانی کے دو دو گھونٹ پیتے قدم بڑھاتے چلے جا رہے تھے۔ ہر مقام پہ یہ خیال آتا تھا کہ ہجرت کے وقت اندھیری رات میں، ایسے دشوار گزار مقام اور ایسے تیز اور نکیلے پتھروں میں اتنے بلند پہاڑوں پر تیرہ سو برس پہلے چڑھنے والے کس طرح چڑھے ہوں گے ؟ کسی نے کہا

پیش قدمش چہ وزن دارد ایں کوہ
در چشم زدن ہر آنکہ بر عرشش رود

بمشکل تمام بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہتے ہوئے تیسرے پہاڑ کی چڑھائی بھی ختم کر دی اور اس غار پر پہنچے، جہاں رسول اللہ صلعم اور رسول اللہ کے دوست صدیق اکبر نے تین شبانہ روز بسر کئے تھے۔

حج امجد ص ۱۲۷ و ۱۲۸

جلوے کا گیت

جلوے کی گھڑی تھی، اور رات کا وقت، دولہا دولہن آمنے سامنے سر نہوڑھائی ہوئی دولہن تو اپنے دولہا کے بالمقابل ہو کر بھی نہ ہونے کے برابر، وجود میں شان عدم دکھا رہی تھی۔ لیکن کشیدہ قامت، نو عمر، نوخیز حسین مہ جبیں دولہا، اپنے نوشاہانہ لباس میں پیشانی پر افشاں، چتلے

اور نازک ہونٹوں پر پان کی دھڑی جمائے جب جلوے کی چوکی پر جلوہ آرا ہوا۔ ایک بجلی تھی جو چمک گئی، ایک جگمگاتا آفتاب تھا جو سارے تماشائیوں کی نگاہوں کو خیرہ کر گیا۔

یہی نظارہ مجاز میں رنگ حقیقت دیکھنے کے لئے کیا کم تھا کہ میراثنوں کے وقتیہ گیت نے تو قیامت ہی قائم کر دی، نظری توجہ سماعت کی طرف کھنچ گئی۔ آنکھیں بند ہو کر کان کھل گئے۔ ۲ تا جعلناہ سمیعا بصیرا ۵

اس مجمع اضداد کے حالات سنو　　کچھ معجزہ دیکھو، کچھ کرامات سنو

ہے حسن کا اقتضا کہ جھپکے نہ پلک　　لب کا یہ سخن ہے کہ مری بات سنو

شادی کا گیت تھا یا مسرت کا جھرنا، جس کی سریلی اور شیریں آواز کانوں سے دل میں اتر اتر کر آن واحد میں ہزاروں موجیں پیدا کر رہی تھی

دوسروں کی تو خبر نہیں ہماری یہ کیفیت تھی کہ روتے روتے آنکھیں خشک ہو گئی تھیں اور چیختے چیختے گلا بیٹھ گیا تھا۔

پورے گیت میں دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر نے اور پھر پھر کر آنیوالا ٹکڑا

ڈالو ری ماں ہار بنے کے گلے

تو ہمکو یاد رہ گیا اور باقی گیت کی کچھ اصل کے ہم مضمون اور کچھ اپنے خیال کے موافق ہمنے تکمیل کر دی.........،

حکایات امجد ص ۳

۱۵

میرا دیوتا

میرے دیوتا! میرے ناتھ! میرے پران پیارے تو کہاں ہے؟ آ، اپنی داسی کے گلے لگ جا۔

دیوتاؤں کے پوجاری اپنے اپنے مندروں میں جاتے ہیں۔ اپنے دیوتاؤں کی صورتیں دیکھتے ہیں، محبت کے گوندھے ہوئے ہار ان کو پہناتے ہیں گلے لگاتے ہیں، قدموں پر گرتے ہیں......،

میں پاپن، دور سے کھڑی تماشے دیکھتی ہوں، کلیجہ مسوس مسوس کر رہ جاتی ہوں....... اے کاش میرا ناتھ بھی کہیں ملجاتا، میرا نظر نہ آنے والا بھی کہیں نظر آجاتا،......... تو میں بھی اسی طرح....... یا ان سے بھی کہیں زیادہ اپنے دل کی آرزوئیں پوری کرتی۔

دوسرے پجاری مجھے دیکھ دیکھ کر ہنستے ہیں، میرا مضحکہ اڑاتے ہیں۔ قہقہہ مار کر کہتے ہیں" اری باوری دیکھ ہمارے دیوتا یہ رہے بتا تیرا دیوتا کہاں ہے؟

میرے ناتھ! تو ہی بتا میں ان کو کیا جواب دوں؟ شرم سے پسینے پسینے ہو جاتی ہوں، بے ساختہ جی بھر آتا ہے، روتے روتے آنچل سے اپنا منہ چھپا لیتی ہوں۔ چھیڑنے والے اور چھیڑتے ہیں۔ میرے رونے پر ان کو ہنسی آتی ہے، وہ میرا آنچل پکڑ کر کھینچتے اور کہتے ہیں' اری نادیدہ دیوتا کی پجارن! اب بھی ہوش میں آ ہٹ دھرمی چھوڑ، آ آ ان نظر آنے والے آنکھوں کے سامنے بیٹھے ہوئے دیوتاؤں کے سامنے اپنا

سرکش سر جھکا دے۔

یہ کہتے ہوئے میرا دامن پکڑ کر اپنے دیوتاؤں کی طرف کھینچتے ہیں۔

اُسوقت شدت غم سے کلیجہ مُنہ کو آجاتا ہے، اور میں تیورا کر فرش خاک پر دھڑام سے گر پڑتی ہوں۔

اسوقت، ہاں اس وقت جب کہ میری آنکھیں بند ہو جاتی ہیں، میرے ہوش و حواس کھو جاتے ہیں، اپنے آپ کو ہی سمجھنے کے قابل نہیں رہتی ہوں ——— تو ——— ہاں میرے ناتھ تو، میرے وجود کی نقاب اُلٹ کر اپنا متبسم چہرہ دکھاتا ہے حیرت اور سخت حیرت ہے کہ کبھی نظر نہ آنے والا آنکھیں بند ہونے پر نظر آتا ہے۔

کسطرح کہوں "ارے مجھ پر طعنے کرنے والو! آؤ دیکھو میرا ناتھ یہ رہا" اس وقت تو میری زبان ہی بند ہو گئی ہے۔

کس سے کہوں، کہ تو یہاں چھپا کھڑا ہے۔ اسوقت تو تیرے سوا دوسرا ہے ہی نہیں۔ قطعہ

جب تک اپنا وجود باقی ہے — ہم کبھی اس کو پا نہیں سکتے
اسکی صورت کبھی کبھی امجد — دیکھتے ہیں، دکھا نہیں سکتے

حکایات امجد صـ ۲۰۱ تا ۲۰۲

(۳)

خطوط انسان کی سیرت اور کردار کے معلوم کرنے کا بہترین ذریعہ ہوتے ہیں ان سے جس طرح صاف اور واضح طور پر انسانی سیرت پیش ہو جاتی ہے وہ کسی اور ذریعہ سے نہیں ہو سکتی۔ خطوط ہی انسان کی خانگی زندگی کا آئینہ ہوتے ہیں۔ درمیان سے تکلف کا پردہ اُٹھ جاتا ہے اور دلی خیالات اور جذبات کا علانیہ اظہار ہوتا ہے۔ ان میں وہ راز کی باتیں ہوتی ہیں جو کبھی علانیہ منظر عام پر نہیں کہی جاتیں۔ ان میں وہ خلوص اور محبت کے افسانے ہوتے ہیں جو کبھی افشا نہیں کئے جا سکتے۔

اسلئے وہ کون ہے؟ جو ایسی چیزیں دیکھنے کا مشتاق نہیں ہوتا؟ اور وہ کون ہے؟ جو خطوط کے مطالعہ کا شوق نہیں رکھتا۔

حضرت امجد مدظلہ کی نثر کی طرح آپ کے خطوط بھی خاص حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں بھی وہی خصوصیتیں جلوہ گر ہیں جو آپ کی نثر کے ممتاز جوہر ہیں۔

آپ کے خطوط میں جہاں اخلاقی نصیحت کی گئی ہے اور بہترین اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے۔ وہاں ان میں معرفت و حقائق کے گوہر بھی بتائے گئے ہیں، ان میں جس طرح ادبی گوہر بکھرے ہوئے ہیں، اسی طرح تصوف کے گراں بہا رمز بھی جمع کر دئے گئے ہیں۔

حضرت امجد کے خطوط آپ کی سیرت اور کردار کا ایک مجلی آئینہ ہیں ان سے آپ کی اصلی تصویر سامنے آجاتی ہے۔

اس مجموعۂ خطوط میں (جو ہمکو دستیاب ہو سکا ہے) چار مکتوب الیہ ہیں جن میں سے دو اناث کے نام ہیں اور دو ذکور کے۔
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مختصر طور پر ان سب کا تعارف کرا دیا جائے۔

(۱) مولوی حاجی عبدالرؤف صاحب دوم تعلقدار (راقم کے برادر بزرگ) بھائی صاحب کی ابتدائی تعلیم مکان پر ہوئی اسکے بعد مدرسہ دارالعلوم میں شریک ہوئے۔ مگر والد کے بے وقت انتقال کے باعث (جنکا اڑتالیس ۴۸ سال کی عمر میں انتقال ہوا) ان کی تعلیم زیادہ ترقی نہ کر سکی۔ بموجب حکم عالیجناب مدارالمہام بہادر وقت (مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت بہادر) ان کا تقرر معتمدی مالگزاری میں بہ ماہوار (صـ) ہوا۔ خداداد طبیعت کی جولانی اور دقت رسی کام کی عمدگی نے بہت جلد افسران بالا دست کو ان کی ترقی پر مائل کیا۔ ایک عرصہ تک شریک معتمد اور زائد معتمد مالگزاری کے منتظم پیشی کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ اس حیثیت سے ان کو مولوی بشیرالدین احمد مرحوم۔ مولوی سید اعجاز حسین مرحوم۔ مولوی محمد علی صاحب المخاطب نواب محمد نواز جنگ بہادر اور مولوی محمد سعادت خانصاحب المخاطب نواب سعادت جنگ بہادر اور نواب عقیل جنگ بہادر کی پیشیوں میں کام کرنے کا موقع ملا۔ اور یہ سب عہدہ داران کی قابلیت اور مستعدی حاضر باشی، جفاکشی اور دیانت کے معترف اور مداح رہے۔
اس کے بعد کچھ عرصہ کے لئے ضلع اطراف بلدہ میں سب جسٹراری

کیخدمت انجام دی اور پھر سرشتہ مالگزاری میں منتقل ہو کر تحصیلداری کی خدمت پر مامور ہوئے۔ اور اپنی مستعدی اور کارگزاری کے صلہ میں اولاً بطور خاص بموجب فرمان مبارک پچاس روپیہ کا ماہوار میں اضافہ ہوا اور پھر دوم تعلقداری کیخدمت عطا ہوئی۔ تا حال اسی خدمت پر مامور ہیں۔

مالگزاری کے کام میں ان کو بڑی مہارت حاصل ہے۔ ملک اور مالک کی خوشنودی انکا خاصّہ ہے۔ اور وہ اپنی کارگزاری کے باعث جہاں اپنے مستقر کی رعایا میں ہر دلعزیز رہا کرتے ہیں وہاں افسران بالادست بھی ان سے خوش اور مالک بھی ان کی جان نثاری اور خیر خواہی کا قدر دان ہے۔

ان کو اپنے کنبہ اور خاندان سے بڑی محبت ہے اور ہر طرح ان کی مدد کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔ مزاج میں نہایت سادگی اور منکسر المزاجی ہے، شان و شوکت اور تکبر و غرور سے قطعاً نفرت ہے۔ صوم و صلوٰۃ کے سختی سے پابند ہیں حج بھی کیا ہے۔

بھائی صاحب کو کئی سال سے حضرت امجد مدظلہ سے عقیدت ہے اور حضرت مدظلہٗ کے خاص معتقدین سے ہیں۔ آپ کے کلام نے ان کے لئے تسخیر کا کام کیا ہے۔ گزشتہ کئی سال سے مراسلت کا سلسلہ جاری ہے۔ اسطرح حضرت امجد کے خطوط کا کافی ذخیرہ ہے۔ ان میں سے چند خطوط انتخاب کئے گئے ہیں۔

(۲) دہلی والی بیگم صاحبہ۔

ان کو ۱۳۵۲ھ میں مدینہ منورہ میں حضرت امجد مدظلہ کا علم ہوا۔ اور

وہاں سے آپ کی ملاقات کے لئے حیدرآباد آئیں۔
اسی وقت سے آپکو حضرت امجد سے عقیدت ہے[۵]۔
(۳) مسز برہان الدین حسین افسر زراعت اورنگ آباد (دختر برادر مولوی عبدالرؤف صاحب) راقم کی بھتیجی بھی حضرت امجد مدظلہ کے معتقدین کے زمرہ میں شامل ہے۔ اور گزشتہ دو تین سال سے حضرت مدظلہ سے مراسلت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور اس مجموعہ میں سب سے زیادہ خطوط ان کے موسومہ ہی ہیں۔

نورچشمی سلمہا کی تعلیم کسی مدرسہ میں نہیں ہوئی، اور نہ خاص طور سے تعلیم کا کوئی انتظام کیا گیا، کیونکہ بھائی صاحب کے اضلاع کی ملازمت کے لحاظ سے اسکا بہت کم موقع تھا۔ مگر تعلیم کے شوق اور مطالعہ کے ذوق نے مدد دی اور فطرتی جولانی سے مضمون نگاری کی کافی مشق بہم پہنچائی ہے۔ کئی سال سے زنانہ رسالوں میں مضمون شائع ہوتے اور پسند کئے جاتے ہیں۔

اپنے شوہر کے ساتھ اورنگ آباد میں قیام ہے۔ انجمن خواتین اورنگ آباد کے معتمدی کے فرائض بھی ان کے ذمہ ہیں۔
(۴) حضرت امجد مدظلہ کے خطوط کا چوتھا مکتوب الیہ راقم ہے۔
مجھے حضرت امجد کی خدمت میں پہلے پہل ۱۳۲۸ھ میں نیاز حاصل ہوا۔

---

[۵] بیگم صاحبہ سے ہم نے اجازت نہیں لی ہے اسلئے آپ کے متعلق پوری صراحت قصداً نہیں کیگئی۔ اگر آئندہ کبھی موقع ہو تو اسکے متعلق غور کیا جا سکتا ہے۔

اس زمانہ میں آپ مدرسہ دارالعلوم میں مدرس تھے۔ اور میں اس مدرسہ کی پانچویں جماعت میں زیر تعلیم تھا۔ تاریخ اور جغرافیہ دکن کی تعلیم آپ سے متعلق تھی۔ اسی زمانہ سے مجھے آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ اس پانچویں جماعت کے بعد دوسری جماعتوں میں فارسی، عربی، ریاضی وغیرہ کی تعلیم آپ ہی سے حاصل ہوتی رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کا تعلق دفتر صدارتحاسبی سے ہوگیا، اور میں بھی دارالعلوم کالج کے ساتھ اسکے دوسرے مکان میں منتقل ہوگیا۔[۵]

---

[۵] پہلے مدرسہ دارالعلوم کی تمام جماعتیں ابتدا سے اعلیٰ تک (فاضل وکامل) ایک ہی مکان میں (واقع گلزار حوض) تھے، یہ وہی مکان ہے جس میں ابتک مدرسہ دارالعلوم فوقانیہ موجود ہے۔ اس مکان میں مدرسہ دارالعلوم غالباً نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے ہے۔

جب مولوی حمیدالدین صاحب بی۔اے کا تقرر صدارت پر ہوا تو کالج کی جماعتیں اور چند مدرسین پروفیسر کے لقب سے، شہر کے باہر معتمدی مالگزار کے بازو والے مکان میں منتقل کردیئے گئے۔ یہاں اسوقت تک یہ کالج رہا جبتک کہ کلیہ جامعہ عثمانیہ کا افتتاح نہیں ہوا تھا۔ جب آغا منزل میں کلیہ جامعہ عثمانیہ کا افتتاح ہوگیا تو دارالعلوم کالج کی جماعتیں بھی یہاں منتقل ہوگئیں اور کچھ عرصہ تک فاضل اور کامل کی جماعتیں قائم رہیں اسکے بعد جب کلیہ میں شعبہ دینیات قائم ہوگیا تو دارالعلوم کالج ہمیشہ کے لئے معدوم ہوگیا۔ یا یوں خیال کرلو کہ دارالعلوم کلیہ جامعہ عثمانیہ میں مبدل ہوگیا۔

اس طرح میرا تعلیمی سلسلہ موقوف ہو گیا مگر جو خلوص و محبت اوستاد اور شاگرد میں ہو گیا تہا وہ باقی رہا اور اس میں بتدریج اضافہ ہوتا گیا۔

یورپ جانے اور واپس آنے کے بعد ایک سال تک میری آمد و رفت حضرت امجد کے پاس کچھ زیادہ نہیں تہی مہینہ دو مہینے بلکہ کبھی اس سے زیادہ عرصہ کے بعد آپ کی خدمت میں نیاز حاصل ہوتا تہا اور حقیقت یہ ہے کہ میں حضرت امجد کے اصلی رنگ سے واقف ہی نہ ہوا تھا۔

اب گزشتہ پانچ سال سے یگانگت اور خلوص میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا ہے اور حضرت ممدوح کو جو محبت اور شفقت مجھ پر اور میرے متعلقین پر ہے اسکا اظہار ناممکن اور دشوار ہے۔

اس تفصیل کے بعد اب میں آپ کے خطوط پیش کرتا ہوں میں نے قصداً آپ کے خطوط پر تفصیلی تنقید نہیں کی ہے اسکا اندازہ خود ناظرین کر سکتے ہیں۔ مگر میں اسقدر ضرور کہوں گا کہ جس طرح فارسی میں مکتوبات مجدد الف ثانی مشہور ہیں اسی طرح اردو میں حضرت امجد کے خطوط پیش ہو سکتے ہیں وماعلینا الا البلاغ۔ فقط

ہاشمی

۱۷ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ

بیت الفضل

عقب نارائن گوڑہ ڈسٹلری حیدرآباد دکن

مکتوبات امجد موسومہ مولوی عبدالرؤف صاحب دوم تعلقدار

عزیزم زاد اللہ عزکم فی الدارین   السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ

جن الفاظ کو آپ گستاخانہ خیال کر رہے ہیں وہ بالکل حقیقت پر مبنی ہیں۔ اظہار حقیقت گستاخی نہیں ہے۔ میری زندگی کا نصب العین یہی ہے کہ کم از کم ایک شخص بھی میری وجہ سے راہ پر لگ جائے تو میں اسکو اپنی بڑی کامیابی سمجھوں گا۔ خدا کے فضل و کرم سے آپ کو توفیق نیک عطا ہوئی۔ جس میں اس بندے کا قدم درمیان میں تھا والحمد اللہ رب العالمین۔

کیا آپ کی نیکی اور عبادات کا ثواب مجھ تک نہیں پہونچتا ہے؟ پہونچتا ہے اور ضرور پہونچتا ہے۔

کسی دینی بھائی کی نصیحت سے اگر کسی بھائی کو فائدہ پہونچتا ہے تو اسکے ثواب میں دونوں برابر شریک ہوتے ہیں۔

اس معنی سے آپ کی تشریف آوری، اور نیک بات کی قبولیت کیا مجھ پر احسان کا باعث نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے۔

خدائے پاک اپنے حبیب پاک کے طفیل سے ہم کو آپ کو صراط مستقیم پر قائم رکھے آمین

آپکا مخلص دعاگو
فقیر امجد

محترمی دام مجدکم۔

خط وصول ہوا ....

.... ابتدائی چھیڑ آپ ہی کی طرف سے ہوئی ناحق کی بلا آپ نے
اپنے پیچھے لگا لی۔ خدا تعالیٰ اس بلا کو عافیت سے بدل دے ....
لیکن یہ تو بتاؤ کہ بغیر منہ لگے بانسری کیونکر بج سکتی ہے۔ نے نواز بغیر بانسری
کے کچھ نہیں کر سکتا۔ اور بانسری بغیر نے نواز کے بیکار محض ہے۔ ریکارڈ کم از
کم ایک مرتبہ راگ اپنے میں جذب کر لے تو پھر ہر وقت بج سکتا ہے۔ اصلی
چیز نسبت ہے جبتک نسبت نہ ہو سب کچھ بیکار ہے۔ پہلے نسبت پیدا کر لیجئے
اور نسبت محبت سے پیدا ہوتی ہے۔ اور محبت صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔
اور صحبت سے آپ کو گریز ہے تو کام کیونکر بنے۔ براہ کرم اس خط کو غور سے پڑھئے
خود آئیے یا مجھے بلائیے۔ میں آپ کیلئے وہاں بھی حاضر ہونے کو تیار ہوں۔ فقط

امجد

۱۲ دے ۱۳۴۳ف

عزیز محترم دامت احسانکم

سلام علیکم ورحمۃ۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کسی طرح عشق میں پھنس تو گئے

درد کم ہو کہ زیادہ ہو مگر ہو تو سہی

یہ اور بات ہے کہ مفلسی میں عشق ہوا ہے اور معشوق زرپرست ہے گھبرائیے
نہیں۔ کوئی صورت نکل ہی آئے گی۔ کیا عجب ہے کہ عاشق کا رنگ زردی
رونمائی کا کام دے جائے۔

بہرحال ہر صورت میں رضائے محبوب مطلوب ہونی چاہیئے۔ اگر محبوب زر پرست ہے تو ہم اپنی زردی رنگ کا زر پیش کریں گے اگر گوہر پسند ہے تو قطرات اشک سے اسکے گلے کا ہار بنائیں گے۔

شوم بعشق تو مجنوں، اگر شوی لیلیٰ
وگر بصورت شیریں شوی منم فرہاد

ہمیشہ رضائے محبوب کے طالب رہو۔ نفس پر غالب رہو۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ (اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی) کی لذت میں ڈوب جاؤ

خوش ہم سے رہے جاناں، ہم عید اسے کہتے ہیں
بس ایک کے ہو جانا توحید اسے کہتے ہیں
امجد

میدانِ رضا میں قدم رکھتے ہوئے رضیت باللہ ربًّا و بالاسلام دینًا و بمحمدٍ نبیًّا پڑھتے ہوئے چلے چلو۔ کسی دم کسی آن اپنے کو فارغ نہ خیال کرو۔ زندگی کی تعمیر میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی اینٹ لگاتے جاؤ۔ اگر محل نہیں تو انشاء اللہ کم از کم کوئی جھونپڑا ہی تیار ہو جائے گا۔ (واللہ الموفق والمعین)

آپکا دعاگو

امجد

۱۱ بہمن ۱۳۳۴ف

عزیزم زاد اللہ احترامکم فی الدارین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ آپ کا خط ملا۔ کیفیت معلوم ہوئی۔

استفسارات کے جوابات حسب ذیل ہیں۔

رمضان شریف کی تعطیل میں مدراس گیا تھا۔ جانے آنے میں سو ڈیڑھ سو خرچ ہوا۔ میں جن لوگوں کے پاس ٹھہرا تھا ان لوگوں نے اس درجہ خاطر داری اور محبت کی کہ حیدرآباد کے ملنے والوں سے جی ٹوٹ گیا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ خطہ مدراس میں اسقدر شریف ہستیاں ہیں۔ وہاں سے نکلتے ہوئے اُن لوگوں کی آہ وزاری اور گریہ وبکا کا اثر اب تک میرے دل میں جاگزیں ہے۔

تقریباً چوبیس روز رہا اور اس طرح رہا جیسے کوئی زبردست شیخ اپنے عقیدت مند مریدوں کے حلقے میں رہتا ہے اور لطف یہ کہ جن کے پاس تھا وہ میری صورت سے پہلے واقف بھی نہ تھے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

شہر مدراس میرے لئے ہمیشہ دلچسپی کا باعث رہا روزانہ سمندر کی تفریح کیلئے میزبانوں نے گاڑی مقرر کر دی تھی۔ کھانا پکا پکایا ملجاتا تھا اب کیا چاہئیے

. . . .

عزیزم ہر جگہ کا یہی حال ہے۔ دیانت اور راحت باہم جمع نہیں ہو سکتے حدیث شریف میں ہے کہ دُنیا مومن کا قید خانہ ہے۔ بتائیے پھر قید خانہ میں کیا راحت مل سکتی ہے۔ اب جبکہ خدائے پاک نے آپ کو صراط مستقیم پر لگا دیا ہے تو ہزاروں مصیبتیں نازل ہونا کوئی بات نہیں۔

کیا آپ کو معلوم نہیں۔ چلّہ کشِ عامل عملیات کو ہر طرف سے خبیث روحیں ڈراتی اور دھمکاتی ہیں مگر اس کو چاہیئے کہ ان تمام صورتوں کو وہمی اور خیالی سمجھ کر برابر اپنا عمل پڑہتا رہے۔

خدائے پاک بہ تصدق نبی کریم آپ کو صبر اور استقامت عطا فرمائے۔

آپکا دعاگو

سید امجد حسین امجد

۱۰ ربیع الثانی سنہ ۴۵ ف
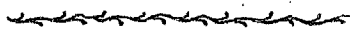
السلام علیکم مرسلہ کارڈ وصول ہوا۔

تہنیت عید اکبر

نورِ ایمان نصیب ہو تم کو — چشمِ عرفان نصیب ہو تم کو
حج کعبہ جہاں میں ہو جب تک — عید قربان نصیب ہو تم کو

دعاگو

امجد

۱۲ ذوالحجہ سنہ ۴۵ ف

عزیز محترم زاد اللہ احترامکم فی الدارین
السلام علیکم رحمۃ اللہ برکاتہٗ

.... عزیزمن میں آپ کے احسانات میں دبا جارہا ہوں نہ اُگلے بنتی ہے نہ نگلتے۔ بلا غرض یہ احسانات ہیں ان کا کیا معاوضہ دوں حیران ہوں کیا کروں کیا نہ کروں۔ خدا بندے کے بس کا نہیں۔ ورنہ ساری آرزوئیں اور دعائیں پوری کرالیتا۔
مگر پھر بھی نا امید نہیں ہوں۔ سب سے پہلے سب سے بہتر سے بہتر جو دعا ہوگی انشاء اللہ آپ کے لئے ہوگی اور ہے۔ قبولیت عام قبولیت مجیب الدعوات کی اختیاری بات ہے۔ دیکھئے کب پوری ہوتی ہے۔

- - - - - - - - - - - -

میرے عزیز۔ دُنیا میں کوئی شئے کوئی حرکت لاحاصل اور رائیگاں نہیں ہے۔ ہر چیز اپنے وقت پر اثر پیدا کرتی ہے۔ دانہ موسم برسات میں پھوٹتا ہے۔ گرما میں پکتا ہے۔ دیر سویر ہر چیز کام آتی ہے اور وقت پہ رنگ لاتی ہے۔ کیا کروں آپ ملنا نہیں چاہتے۔ اگر ایک دوا کارآمد نہ ہو تو حکیم دوسری دوا تجویز کرتا ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ سب وہیں بیٹھے بیٹھے کام ختم ہو جائے۔
حالانکہ سب سے بڑی چیز دنیا میں فیض صحبت ہے اور آپ اس سے گریز فرماتے ہیں۔ خیر میں اصرار نہیں کرتا ہے۔ خدا آپکو دارین میں خوشی نصیب کرے۔

دعا گو۔ سید امجد حسین امجد
۱۵ر شہریور ۳۴ ف

جناب عالی! السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ

خط تعزیت وصول[5] ہوا۔ جو کچھ بھی ہوا ہوا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا کیا جائے۔ نہیں معلوم ابھی کب تک زندگی ہے۔ اس کو کسطرح ختم کیا جائے۔ اب تک کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی ہے، دیکھو پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہو۔ اور کیا نہ ہو۔ اب تو آس لگائے بیٹھے ہیں۔ آپ نے کھانے پکانے کا حال پوچھا ہے۔ موجودہ زندگی بسر کرنے کے لئے مٹھی بھر چنے اور ایک پانی کا آبخورہ کافی ہے۔

آنچہ ما درکار داریم اکثرش درکار نیست

آپکا دعا گو

امجد ۱۱ر امرداد ۱۳۳۷ف

عزیزم۔ السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ

کارڈ ملا۔ الحمد للہ اچھا ہوں صحت کے قریب ہوں۔ کامل صحت کے لئے اپنے کامل طبیب کے پاس پھر مدینہ طیبہ جانا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ اوائل رجب میں روانہ ہو جاؤنگا۔

آپ کا دعا گو

امجد

۲۴ر آبان ۱۳۳۸ف

---

[5] سلمیٰ مرحوم کے انتقال کے متعلق یہ تعزیت تھی۔

السلام علیکم

وصول کتب کی اطلاع آپ نے بہت دیر میں دی شکر ہے کہ پہنچ گئیں۔ کبھی کبھی جمال امجد کو غور سے ملاحظہ کیا کیجئے۔ شاید کوئی کام کی بات نکل آئے اور سبب تسکین خاطر ہو۔ ہوالذی انزل السکینۃ فی قلوب المومنین۔ میں آج کل تو درگاہ[1] میں ہی رہتا ہوں۔

آپ کا صوفی

امجد ۱۸/خورداد ۳۹ف

عزیزم زاد عزکم

السلام علیکم۔ کل آپ ملے مگر میں کہنا بھول گیا۔ وہ یہ کہ آپ کا لگایا ہوا تیر کام آگیا۔ یعنی ایک صاحب جمال امجد پڑھ کر حالت جنون میں کتاب لئے ہوئے درگاہ پہنچ گئے۔ وہاں سنگ نشان نے "مرحومہ" کا نشان فوراً بتا دیا۔ اور انہوں نے کتبہ لگانے والے کو بہت ہی دعائیں دیں۔

بہرحال آپ کی محنت ٹھکانے لگ گئی۔

خدا جزائے خیر دے۔ دعا گو فقیر امجد

۲۴/خورداد ۴۳ف

---

[1] درگاہ حضرت شاہ خاموش صاحب رحمۃ اللہ علیہ

عزیزم سلام علیکم
دو مرتبہ .... ملاقات ہوئی تھی بہ نسبت پہلے کے اب ذرا
غنیمت ہے کیا نصیر الدین کی کتاب[۱] پڑھنے کے بعد بھی میری کتابوں کی
ضرورت ہے۔ اگر ایسا ہے تو مطلع کیجیے مطلوبہ کتابیں بھی روانہ کر دونگا۔
احمد حسین ۱۹/مہر ۴۳ف

عزیزم زاد قدرہٗ
کیا صوفی منش شخص کے لئے آپ نے جمال امجد اور حج امجد کو
مناسب نہیں سمجھا؟ میرے خیال میں تو صوفی کے لئے جمال امجد اور حج امجد
زیادہ مطالعہ کے قابل ہے۔
دعاگو امجد

عزیزم۔
السلام علیکم! کل آپ کا کارڈ ملا، خیر و خوبی سے پربھنی پہنچنے کی
اطلاع ملی، مگر افسوس کہ بخار اور ڈاڑھ کا درد ابھی نہیں گیا۔ درد زیادہ ہو تو
سورۂ فاتحہ پڑھ لیا کیجیے اور مستقیم کے نقطہ پر دانتوں کو مضبوطی سے بند کر لیا
کیجیے خدا نے چاہا تو درد میں کمی ہو جائے گی۔
ریل والی بڑھیا[۲] پوری مکہ والی بڑھیا ثابت ہوئی، آپ کا قیاس ٹھیک نکلا
ہم نے بھی کوئی اچھا سلوک نہیں کیا۔

---

[۱] حضرت امجد کی شاعری۔ [۲] دیکھو حج امجد۔

نہیں معلوم اتنے دنوں کی تشخیص اور دوا وغیرہ کی فیس ڈاکٹر نے
کیا مقرر کی؟ امید ہے کہ حفیظ بھی اب تک اورنگ آباد پہونچ گئی ہونگی۔
ان کی کیفیت سے مطلع کیجے، میں بھی انکو خط لکھ رہا ہوں۔
میرے عزیز۔ اب تک تو آپ کی ہماری دُور دُور سے ملاقات تھی
لیکن سفر میں چند روز کی یکجائی اور آپ کی صحیح صحبت نے مجھے متاثر کر دیا
بڑی مہربانی ہوئی کہ آپ کی سعی و سفارش سے ٹکٹ ملگیا۔ ورنہ شاید
ٹکٹ نہ مل سکتا۔

آپکا مخلص دعاگو

امجد ۱۴ اسفندار ۴۴ف

عزیزم
السلام علیکم میں بفضلہ کلنوری کو بخیر و عافیت پہنچ گیا۔ کلنوری روڈ
پر منصف صاحب گاڑی اور آدمی روانہ کر دیئے تھے۔ ٹھیک ایک بجے
بنڈی میں سوار ہو کر چاند نی رات میں ۳½ بجے تک کلنوری پہنچ گیا۔
انشاءاللہ یہاں سے کل صبح موٹر سے روانہ ہو جاؤنگا۔
بچے بہت یاد آتے ہیں اور رخصت کے وقت انکا رونا رہ رہ کر ہم کو
بھی رُلاتا ہے خدا تعالیٰ آپ کے زیر سایہ انکو بخیر و عافیت رکھے۔

امجد

۱۶ اردی بہشت ۱۳۴۴ف

دہلی کی ایک بیگم صاحبہ کے موسومہ خطوط

بی اماں صاحبہ!

محبت نامہ ملا، آپ کی دن بدن ترقی سے خاص مسرت ہوئی۔ شکر ہے کہ آپ کی دعا ایک رہبر مل جائے، اور میری دعا کہ میری ماں مل جائے، دونوں ایک ساتھ قبول ہوئیں۔

آپ کا فقرہ "مجھے بی اماں صاحبہ لکھا کرو" پڑھ کر جی فرطِ محبت سے لوٹ پوٹ ہوگیا۔ خدا کرے میری ماں دونوں جہان میں اچھی رہے۔

آپ کے دوسرے فقرے "شب ہوتی ہے اور میں ہوتی ہوں" "تنہا کمرے میں خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہوتا ہے" "مجھے کوئی لئے جا رہا ہے" "میں تو غائب ہوگئی ہوں" "بس اللہ ہی اللہ ہے" "دل کو ٹھنڈک اور سکون نصیب ہے" "تمہاری ہر نصیحت پر عمل کرنے کو جی اندر سے چاہتا ہے" .... صداقت سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میری زندگی کسی کے کام آگئی۔ کیونکہ زندگی تو کسی کے لئے ہوا کرتی ہے۔ حیدرآباد میں رہو، کہ دہلی میں، مگر خدا یا خدا والے کے ساتھ رہو۔

موسم کی گرمی، آتشِ محبت میں جلنے والوں پر کیا اثر کرسکتی ہے۔

یہاں موسم بہت اچھا ہے، یعنی دن رات اسی کی اُدھیڑبُن میں

بسر ہوتی ہے۔

جس پھول کو سونگھوں تیری بُو یاد آئے ہو کوئی ہوا، مجھے تو ہو یاد آئے

ہنگام بہار ہو کہ ایام خزاں وہ وقت اچھا ہے جس میں تو یاد آئے

امجد

حیدرآباد
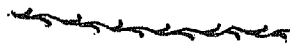
میری عزیز آپا، اماں!

سلام علیکم، اس سے پہلے دو خط لکھ چکا ہوں، یہ تیسرا خط ہے۔

براہ کرم اس کو توجہ سے کئی دفعہ پڑھیئے۔

اب تک آپ ہزاروں سے ملی ہوں گی، بہت امیر بھی، نظر سے گزرے ہوں گے اور بہت سے فقیر بھی، مگر کیا آپ نے کسی ایک کو بھی اپنے حال میں خوش اور مطمئن دیکھا ہے۔؟

تمام بزرگان سلف اور فقرا کے حالات پر نظر کرو، بتاؤ کس کی زندگی راحت میں گزری؟

جس کو دیکھو رو رہا ہے، جس کو دیکھو چیخ رہا ہے۔ جدھر دیکھئے ایک قیامت برپا ہے۔

دنیا کے دور روزہ میں امجد کیا جان کو کاہش ہوتی ہے

اک خواہش پوری ہوتے ہی پھر دوسری خواہش ہوتی ہے

ہر مصیبت جب آتی ہے، ہم نہایت زور شور سے اسکے دفعہ کرنیکی

کوشش کرتے ہیں۔ مگر کیا حاصل پھر دوسری آفت کھڑی ہو جاتی ہے۔
ابتداً اگر ہر خواہش کو ہم پوری کوشش سے پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر کیا حاصل؟

پھر دوسری خواہش رونما ہو جاتی ہے۔

ان تمام مصیبتوں کا علاج، اور ان تمام خواہشوں کی تکمیل کی صورت ایک ہی ہے کہ ہر مصیبت کے دفع، اور ہر خواہش کی تکمیل کے خیال کو ترک کر کے، اپنا سب کچھ، ایسی ہستی کے حوالے کر دینا چاہیئے، جو سب کچھ دیکھتا، اور سب کچھ سنتا، اور سب کچھ کرتا ہے۔

مجھے تو ہر مسلم کے لیئے عالم دنیوی نمازِ نُور معلوم ہوتا ہے جس پر ہر طرف سے مصیبتوں اور بلاؤں کی بوچھار ہو رہی ہے۔ لیکن ایک لاتحزن ان اللہ معنا، کہہ کر تسکین دینے والی آواز تمام مصائب پر پانی پھیر دیتی ہے۔

"انا للہ و انا الیہ راجعون" کہنے والا کل مصائب سے سبکدوش ہو کر اپنا سارا بار حی و قیوم پر چھوڑ دیتا ہے۔

اس تمام خط کا خلاصہ ایک رباعی میں لکھتا ہوں اسکو یاد رکھ کر ہمیشہ پڑھا کیجیے والسلام۔

ناحق پھر پھر کے سر کھپایا میں نے
اپنی کوشش سے کچھ نہ پایا میں نے
طوفان میں ہے کشتی امید مری
لے، تو ہی سنبھال، ہاتھ اٹھایا میں نے

آپکا فقیر

امجد

میری اچھی اماں!

خدا تعالیٰ تمہاری دین و دنیا اچھی کرے۔

ابھی خط ڈاک میں ڈال چکا تھا کہ آپ کا خط ۱۹/۱ کا لکھا ہوا ملا۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ ہر حال میں خوشحال ہوگئیں۔

ہونے والی بات کو تو کوئی بھی ٹال نہیں سکتا۔ مگر سچا دوست اس کو سہارنے کی طاقت پیدا کر دیتا ہے۔ شکر کیجئے کہ آپ کو کہیں باہر آنے جانے کی ضرورت نہ پڑی بلکہ آپ کا بیٹا ہی آپ کا دوست بن کر نمودار ہوا کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ ان کو عمر بھر سمجھایئے مگر کچھ نہیں سمجھتے۔ ایک آپ بھی ہیں کہ تھوڑا ہی بہت ہوگیا۔ الحمدللہ رب العالمین۔

(۲) کلام مجید دو چار آئتیں کم از کم، ترجمے کے ساتھ ضرور پڑھا کرو اور اسکے معنی میں غور و فکر کیا کرو۔ جمال المجید کا آٹھواں نوشتہ بھی زیر مطالعہ رکھو۔ خدا کی مضبوط ڈوری جو اس نے اپنے فضل و کرم سے آپ کے ہاتھ پکڑا دی ہے۔ خبردار اب کہیں چھوٹنے نہ پائے۔ خدا کرے کہ خدا آپ کے اور ہمارے ساتھ رہے ہمیشہ (مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن)، یعنی میرا مرنا جینا سب تیرے لئے ہے) کو اپنے ذہن میں جمائے جاؤ۔ خدا کرے کہ خدا آپ کے اور ہمارے ساتھ رہے۔

(۳) لڑکیوں کی تربیت گاہ کا خیال تو بہت مبارک ہے۔ مگر کہیں ایسا نہ ہو کہ پرائے شگون کے لئے اپنی ناک کٹائی جائے، یعنی دوسروں کی تربیت میں آپ اپنے کو بھول بیٹھیں۔

ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ذکر کے وقت، آپ کو دربار رسالت میں اپنا دل پیش کرتے ہوئے دیکھا بہت اچھی فال ہے۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے۔

اپنے نام کے ساتھ اب تو غمزدہ کا لفظ نکال دیجے۔ غم زدہ تو وہ ہوتا ہے جس کا کوئی نہ ہو۔ جب فضل خدا سے، خدا اور رسولؐ آپ کے ہیں تو اب غمزدہ کیا معنی؟ کیا گرد مدینہ نے آپ کے سینے سے تمام غم نہیں دھو دیا؟ دیدہ سے پہلے ہی خط میں آپ کو سلام لکھا تھا وہ ابھی تک میرے ہی پاس ہیں اور پھر آپ کو سلام کہتی ہیں اور آپ سے ملنے کیلئے بیحد مشتاق ہیں۔ کیا۔ ذکر شریف میں اور بھی ساتھی مل گئے ہیں؟ یا آپ اکیلی ہی کر رہی ہیں؟

آپکا فقیر لڑکا

امجد یکم جولائی ۱۹۳۴ء
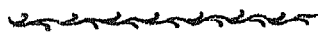
بی اماں صاحبہ۔ سلام علیکم۔ آپ کا خط ۲-۸-۳۴۔ وصول ہوا۔ آپ نے لکھا ہے کہ آپ ایک اُمّی کو بڑے بڑے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ میں اُمّی کو بڑے الفاظ سے یاد نہ کروں تو اور کسکو یاد کروں؟

ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُمّی ہی تھے۔ اور آپ بھی اُمّی ہیں۔ (یعنی میری ماں!) گو آپ اپنے کو کسی قابل نہیں پاتیں، مگر کوئی ماں، اپنے بیٹے سے پوچھے کہ میں کیا ہوں؟ آپ کو تو یہی سمجھنا چاہیئے

کہ میں کچھ نہیں ہوں تاکہ سب کچھ ہو جائیں۔ سیدہ عائشہ رضؓ سے کسی نے
پوچھا کہ آدمی نیک کب ہوتا ہے؟ اور بُرا کب ہوتا ہے؟
آپ نے فرمایا جب انسان اپنے آپ کو نیک سمجھتا ہے، بد ہو جاتا ہے۔
اور جب اپنے آپ کو بد سمجھتا ہے تو نیک ہو جاتا ہے۔
مصرعوں کی اصلاح اسطرح کر دی گئی ہے۔

ہم رہیں جا کے، گر مدینے میں — لطف آجائے پھر تو جینے میں
ڈھونڈھتے تھے جسے مدینے میں — وہ ملا ہم کو اپنے سینے میں

جمال عائشہ اکثر آپ کو یاد کرتی ہے۔ زبیدہ بیگم بھی آج کل
میرے ہی پاس ہیں اور آپ کی ملاقات کی مشتاق۔
اپنی حالت کے متعلق آج کل ایک رباعی کہی ہے جب پڑھتا ہوں۔
تکلیف ہوتی ہے، چونکہ میں اور آپ دونوں ایک دوسرے کے ہمدرد ہیں اس
لیئے آپ کو بھی اس لطفِ درد سے محفوظ کرنا چاہتا ہوں سنئے غور سے سنئے
بڑے غور سے پڑھیئے۔ رباعی

پابند کیا، قیدِ نفس میں رکھ کر — بے بس کیا، مجھکو اپنے بس میں رکھکر
صیاد کی صید پروری تو دیکھو — گلزار دکھاتا ہے قفس میں رکھکر

میری بہنوں کو ایک غریب فقیر بھائی کا سلام پہنچا دیجئے۔
آپکا غریب فقیر لڑکا

سید احمد حسین امجد
۷/ اگست ۱۹۴۳ء

نئی صورت میں آنیوالی پُرانی اماں! سلام علیکم

کل دَوا پہونچی، محبت مادری کا کیا شکریہ ادا کیا جا سکتا ہے؟ ساری وصول ہوئی، چونکہ ماں کی طرف سے بھیجی ہوئی چیز تھی اس لئے انکار کی طاقت نہ ہو سکی تبرک سمجھ کر رکھ لی گئی۔

کل رات کے ذکر میں، آپ تمام ذکر ساتھ رہیں اور پورے ذکر میں میری یہ رباعی آپ پڑھ رہی تھیں۔

ہر چیز مسبب سبب سے مانگو منت سے خوشامد سے، ادب سے مانگو
کیوں، غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو بندے ہو اگر رب کے، تو رب سے مانگو

جس طرح آپ ہم سے ملنے کے لئے بیقرار ہیں، ہم شاید اس سے بھی زیادہ بے چین ہیں۔ جس طرح آپ کو ہم سے بہت ہی باتیں کہنی ہیں، اسی طرح ہم کو بھی کچھ کہنا سننا ہے۔ دیکھئے پہلی دفعہ ملانے والا اب دوبارہ کب ملاتا ہے۔

آپ کو دعا میں کس طرح بھول سکتا ہوں، آپ تو بغیر ارادے کے آموجود ہوتی ہیں۔ آپ کے اس فقرے سے مسرت بھی ہوئی اور آنکھوں میں آنسو بھی بھر آئے وہ یہ ہے کہ میں تمہاری ہوں، تمہارے ہی حکم کی تعمیل کرنا چاہتی ہوں۔"

خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ تم میری ہو کر رہو، میں خدا کا ہو کر رہوں تو نتیجہ یہی ہوگا کہ امجد کے نکل جانے کے بعد تم خدا ہی کی ہو جاؤ گی۔

تو تجھ سے لگائے میرا ملنے والا　　عالم کو بھلائے، میرا ملنے والا

مولا! مرے ہر دوست کو اپنا کرلے　　تجھ سے مل جائے، میرا ملنے والا

جو، امجد پہ ہو روز و شب مہرباں　　رہے روز و شب اس پہ رب مہرباں

جمال عائشہ اور زبیدہ بیگم اکثر آپ کا ذکر کیا کرتی ہیں۔

نہیں معلوم جمال عائشہ پر آپ نے کیا سحر کر دیا ہے کہ ہمیشہ 'بی اماں' 'بی اماں' کی رٹ لگائے رہتی ہیں۔ سچ ہے۔

عداوت سے سب مارنا چاہتے ہیں
مجھے تو کسی کی محبت نے مارا

زبیدہ بیگم کو آپ کا سلام پہونچا دیا گیا۔ وہ بھی سلام و نیاز عرض کرتی ہیں۔ پندرہ بیس دن سے میرے ہی گھر میں ہیں ان کی چھوٹی بچی سے گھر میں بڑی چہل پہل رہتی ہے۔

بی اماں! اگر آپ امجد کو یاد کرتی ہیں تو ضرور کیجئے مگر خدا کے لئے، امجد آخر کب تک رہے گا، خدائے امجد جو حی و قیوم اسی کی دھن میں لگے رہیے۔ سارا جینا اسی لئے ہے کہ موت اچھی ہو، زندگی کا ماحصل، صرف موت ہے، اور وہ بھی ایمان کی موت، خدا ہم سب کو نصیب کرے۔

آپکا غریب فقیر امجد

۱۶ راگست ۳۴ء

جنابہ بی اماں صاحبہ!

سلام علیکم۔ آپ کا خط ملا۔ الحمدللہ کہ ہم دونوں بخیر و عافیت اپنی دھُن میں لگے ہوئے ہیں، اور اپنے محبت والوں کے لئے یہی یہی دعا کرتے ہیں کہ وہ بھی کسی کی دھُن میں لگے رہیں۔ ذکر میں کبھی کبھی آپ کی صورت نظر آجاتی ہے۔

آپ میرے لئے اولاد کے خواہشمند ہیں، مگر افسوس کہ میں اس سے بہت دُور ہوں۔ میرے وجود سے خود مجھ کو اب تک کیا فائدہ ہوا، کہ اولاد سے ہوگا۔ میرے خیال میں تو ہونے سے ہزار درجہ نہ ہونا ہی بہتر ہے۔

ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

(۲) پیر جماعت علی شاہ صاحب کا کیا کہنا ہے؟ جن کے ہزاروں لاکھوں مرید ہوں وہ کیسا زبردست مرشد ہو سکتا ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ انہوں نے میری بہت تعریف فرمائی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ گناہگار ان کی تعریف کی بدولت سچ مچ مستحق تعریف ہو جائے۔

(۳) نہیں معلوم کہ آپ مجھے دلّی لے جا کر کیا کریں اور یہ ذلیل اور ناکارہ ہستی آپ کے کیا کام آسکتی۔ امجد صاحب نے خود اپنے لئے اب تک کیا کر لیا ہے؟ جو کسی اور کے لئے کر سکتے۔

ہم جیسوں کی مرشدی تو ایسی ہے کہ خود ہی ڈوبونگا صنم تم کو بھی لے ڈوبوں گا۔

ہماری تو یہ حالت ہے کہ

اس دشت میں سیکڑوں کے جی چھوٹ گئے　　پھر بھی حباب کیطرح پھوٹ گئے
اس دام کا ایک عقدہ بھی کھل نہ سکا　　بیجا کوشش میں بال و پر ٹوٹ گئے

آپ نے لکھا ہے کہ کوئی نصیحت لکھی جائے۔ اس کے پہلے خطوں میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں علاوہ بریں "تصانیف امجد" سب کے سب آپ کے پاس ہیں۔ بڑی نصیحت یہی ہے کہ گوشہ تنہائی میں کسی کی یاد میں محو رہا کرو۔ عام ملاقاتوں سے اب تک کیا فائدہ ہوا؟ آئندہ اور بھی مضر ہے۔

اچھا خدا حافظ

سید احمد حسین امجد

۲ / جنوری ۳۵ء
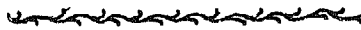
مکتوبات امجد موسومہ حفیظہ بیگم سلمہا

حفظہا اللہ تعالیٰ۔

سلام علیکم۔ تمہارا خط ملا۔ خیر خیر و عافیت سے دلکو مسرت ہوئی۔ طبع شدنی کتاب کا مسودہ تیار ہوگیا ہے۔ تقریباً تعطیلات کے بعد خدا نے چاہا تو پریس میں دے دوں گا۔ اب اسکا نام بدل کر "حکایاتِ امجد" رکھا گیا ہے۔ جس میں چھوٹی چھوٹی پُرلطف کہانیاں ہیں۔

دیکھنا یہ ہے کہ پریس سے کتاب کب واپس ملتی ہے امین جنگ بہادر کے ایمائے سے مثنوی مولوی روم کا بھی انتخاب کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ وہ بھی بڑی پُرلطف کتاب ہوگی کیونکہ اس میں اُردو کا ترجمہ بھی ہوگا۔

دعا گو امجد۔

۱۸ ارادی بہشت ۱۳۴۳ف
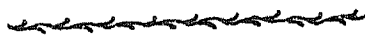
بیٹی حفیظہ، حفظکم اللہ فی الدارین

تمہارا خط ملا۔ میں اور میری اہلیہ بھی "عید مبارک" کہتی ہیں انشاء اللہ من العائدین

تمہارا جب جی چاہے خط لکھ سکتی ہو۔ میری تضیع وقت کا خیال تضیع وقت ہے۔ میں کیا، اور میری اوقات کیا؟ لیکن میری پست ہستی

کو صوفی محترم، مشہور ادیب شاعر، کے بے معنی الفاظ سے بلند کرنے کی کوشش نہ کرو، کیونکہ

ممکن نہیں کہ فطرتِ اصلی بدل سکے
امجدؔ ہزار پاک ہوا پھر بھی خاک ہے

حکایاتِ امجد مطبع میں دیدی گئی۔ صرف تمہاری وجہ سے اس کی تکمیل میں عجلت کرنی پڑی تاکہ حکایات میں تمکو شکایات کا موقع نہ ملے۔

میری تصویر کے متعلق جو کچھ تم نے لکھا ہے، وہ تمہاری عقیدت کی تعریف ہے۔

اصلیت اگر نہیں، تو دھوکا ہی سہی
اللہ! بہت نہیں، تو تھوڑا ہی سہی
تسکین کی آخر، کوئی صورت ہی تو ہو
رویت ممکن نہیں، تو رویا ہی سہی

اردو نویسی اور خط کی معافی، یہ تمہاری کسرِ نفسی ہے، ورنہ واقعہ تو یہ ہے کہ تمہاری قابلیت کئی مردوں سے بھی اچھی ہے۔

اللہ کرے حسنِ رقم اور زیادہ

تمہارا خیر طلب و دعاگو
امجد ۲۷ اردی بہشت ۱۳۴۴ ف

میری عزیز از جان بچی!

خدائے حکیم تمکو بصحت و عافیت رکھے، تمہاری تحریر سے مجھے بیحد مسرت ہوتی ہے۔ تم ہی جیسوں کی محبت نے مجھے اپنی اولاد کے تمنائی تخیل سے ہمیشہ کے لیے مستغنی کر دیا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین

تمہارے بابو کی تحریک پر محرم کی تعطیلات میں میں نے آنے کا قصد کر لیا تھا۔ مگر تمہارا جواب بہت انتظار کے بعد ایسے وقت وصول ہوا جب کہ ارادہ مضمحل ہو چکا تھا۔

اسمیں شک نہیں کہ حکایات امجد کے طباعت کی نوبت ابھی نہ آتی مگر تمہارے اصرار سے یہ کام شروع ہو گیا اور بڑھتے بڑھتے (۱۲۰) صفحہ تک مضمون پہنچ گیا، ابھی دو چار صفحے کی کتابت باقی ہے۔ انشاء اللہ دو ایک ہفتہ میں کام ختم ہو جائے گا میں نے اس سے قبل انتخاب مثنوی کی خبر دی تھی مگر اثناء انتخاب میں حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے گلا دبا کر گلستاں کی طرف رُخ پھیر دیا، اب مثنوی کو چھوڑ کر گلستاں کا ترجمہ کر رہا ہوں، اور ترجمے میں مناسب حال مضمون میری اپنی رباعیات وغیرہ بھی چسپاں ہوتی جارہی ہیں، اور سچ تو یہ ہے کہ بہ نسبت مثنوی کے گلستاں کا ترجمہ عوام خواص نو تعلیم یافتہ لڑکے اور لڑکیوں کے لئے ازبس مفید اور کار آمد ہے۔ اس کی طباعت کے لئے قبل طباعت خریدار فراہم کر رہا ہوں دیکھئے کب تک اس کی تکمیل ہوتی ہے، خدا کرے یہ مبارک کام مبارک ہاتھوں جلد تکمیل پا جائے۔

تمہارے بابو کی[۵۱] مستقلی تم کو مبارک، میں نے اس مستقلی کی نسبت ان کو لکھا ہے کہ ظہور کی مستقلی مبارک ہو کاش بطون کی بھی کوئی منصری مل جاتی۔

---

۵۱ مولوی عبد الرؤف صاحب دوم تعلقدار

ہر محفل سے بحال خستہ نکلا | ہر بزم طرب سے دل شکستہ نکلا
منزل ہی نہیں، یہاں مسافر کیلئے | سمجھا تھا جسے مقام، رستہ نکلا

فقیر کی طرف سے تمہارے صاحب کو سلام کہدو۔

تمہارا خیر طلب دعاگو

فقیر امجد

۲ ر تیر ۴۳ھ ف

میری عزیز بچی حفظک اللہ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔ دو روز پہلے رقم مرسلہ بابتہ حکایات امجد تعدادی (صہ) وصول ہوئی، تم ادھر رقم دیدیا اور وہ بھی تصف بھیجکر شرمندہ ہو، میں ادھر رقم لیکر شرمندہ ہوں۔ مہربانی سے اب اسی شرمندگی پر قصہ ختم کرو۔ عرق انفعال میں اور زیادہ غوطے دیکر غرق کرنے کی کوشش نہ کرو۔ بقیہ تکمیل میں کراؤں گا (انشاء اللہ) ترجمہ گلستاں ہو رہا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی پرلطف ہو رہا ہے۔ پیشگی قیمتیں محفوظ رکھو۔ وقت پر منگوالوں گا۔ یہ سن کر مسرت ہوئی کہ تمہارے دل میں بھی اس کے ترجمہ کی خواہش تھی۔ تمہاری سالگرہ مبارک ہو۔ یہ قطعہ بھی لکھ لو

میری دینی بہن حفیظہ! | حافظ ہو تیرا خدائے متعال
آتے رہیں ماہ و سال جب تک | ہو سالگرہ کی رسم ہر سال

تمہارا دعاگو امجد

۱۸ ر تیر ۴۳ھ ف

علیکم السلام۔ عزیزہ حفیظہ!
بہت دنوں بعد تم کو جواب دینے کی فرصت ہوئی، خیر یہ بھی مہربانی
تجاہل کی بھی حد ہوگئی، تم کو یہ بھی یاد نہیں کہ میرے خط متعلقہ قطعہ سالگرہ
کا تم نے جواب دیا بھی کہ نہیں۔
اور آج جواب بھی دیا جاتا ہے تو اس طرح سے کہ "جواب دیا یا نہیں"

واہ جی واہ۔

میں اور میری اہلیہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں
اور تمہاری عافیت کے طالب۔ آجکل گلستان امجد کے کام میں لگا
ہوا ہوں۔
حکایات امجد، تمہارے آنے کے بعد انشاء اللہ تمہارے ہاتھ میں دی
جائے گی۔

تمہارا دعاگو
امجد والسلام من اتبع الہدیٰ
۲۹/امرداد ۱۳۴۳ف

حفیظہ سلمہا
سلام علیکم۔ تمہارا کارڈ وصول ہوا صحت کی خبر سے مسرت ہوئی
اورنگ آباد کالج ڈے میں مجھے بلایا گیا ہے، اور ادھر تم نے بھی بلایا ہے۔
جمال عائشہ کا بھی تقاضا ہے ۳۰/آذر کو تقریب میں میرا نام بھی درج

پروگرام کردیا گیا ہے "مان نہ مان میں تیرا مہمان" یقینی تو نہیں کہہ سکتا لیکن اگر ممکن ہو تو شاید ۲۹ یا ۳۰ آذر تک آسکوں۔ مہربانی سے تم اپنے گھر کا پورا پتہ لکھو تاکہ مجھے گھر ڈھونڈھنے میں وقت نہ ہو اور ریل حیدرآباد سے کب نکلتی ہے اور وہاں کب پہونچتی ہے؟ جواب جلد دو۔

تمہارا مخلص دعاگو

امجد ۲۳ رآذر ۴۴ ف

میری عزیز بچی!

سلام علیکم۔ تمہارا خط ملا۔ وہ (امجد) ہمیشہ ہمارا مہمان رہے" کا فقرہ بہت دیر تک پڑھتا رہا۔

تم میاں بیوی جس قدر مجھ سے خوش رہے میں شاید اس سے کہیں زیادہ تم دونوں سے خوش رہا۔ دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ بھی تم دونوں سے خوش رہے "مولوی صاحب آپ کب آئیں گے"؟ اس کے دو جواب ہیں اگر پھر اس طرح دو ایک دن کے لئے بلاتی ہو تو شعبان کی تعطیل میں آسکتا ہوں ورنہ رمضان کی تعطیل وسیع ہوتی ہے۔ خدا نے چاہا تو رمضان کی تعطیل میں آکر عید وہیں کرنے کا ارادہ ہے۔ اب تمہاری جیسی مرضی۔ جمال عائشہ کو بھی تمہارے خط نے اکسا دیا ہے۔ تمہارے صاحب اور والدہ اور بچوں وغیرہ کو سلام و دعا کہہ دینا۔

تمہارا مخلص دعاگو فقیر امجد ۱۰ اردی ۴۴ ف

میری عزیز بچی حفظہا اللہ تعالیٰ
علیکم السلام ۔ وسلام علیکم علی من لدیکم (یعنی برہان[1] سلمہ المنان)
تمہارا خط ملا ۔ خط کے یہ فقرے
"اس مقدمہ کو پھر شاخ تصفیہ مقدمات میں بھیج دیا جاتا ہے"
"عید کے ساتھ ساتھ آپ اور بی بی صاحبہ کی دید بھی ہوگی"
"کاش آپ دونوں تعطیلوں میں آ سکتے"
بہت دیر تک پڑھتا اور متاثر ہوتا رہا۔

جمال عائشہ بھی ان فقروں پر جھوم جھوم گئی ۔ اللہ کرے حسنِ تم اور زیادہ ہو
مبارک ہے وہ شوہر جس کو تم سی بیوی ملی ۔ اور مبارک ہے وہ باپ جس کی
ایسی قابل اولاد ہو۔

میری سب سے بڑی خوشی یہی ہے کہ تم دونوں میاں بیوی ہنسی و
خوشی صحت و عافیت کے ساتھ خدا اور رسول خدا کی محبت میں اپنی زندگی بسر
کریں۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

تمہارے پاس آتے ہوئے ریل میں غریبوں اور امیروں کے وقتیہ منظر
سے متاثر ہو کر دو رباعیات قطعہ بند کہی ہیں تم کو وہاں سنانا بھول گیا لو
اب سن لو' دیکھو اس میں کیا کیفیت ہے ۔ ؟

---

[1] برہان الدین حسین بی اے افسر زراعت اورنگ آباد جو حفیظہ بیگم کے شوہر ہیں۔

(امیر کا خطاب غریب سے)

دنیا میں یہ بد نصیب جیتے کیوں ہیں — مردود درِ حبیب جیتے کیوں ہیں
ہے پیٹ کو ٹکڑا نہ بدن پہ کپڑا — معلوم نہیں غریب جیتے کیوں ہیں؟

(غریب کا غریبانہ جواب)

پیمانۂ زندگی کو بھرتے کیوں ہیں — سر چڑھ کے زمیں میں اترتے کیوں ہیں
رکھ کر بھی تمام زندگی کے سامان — معلوم نہیں امیر مرتے کیوں ہیں؟

تمہارا ایک اور کارڈ بھی ملا۔ بغیر لاٹھی کے چلنے[۵۱] پھرنے کی خبر سے بڑی خوشی ہوئی میری رائے میں تو رمضان کی تعطیل ہی مناسب ہوگی۔ اس اثناء میں ممکن ہے کہ تمہارے والد بھی اورنگ آباد آجائیں۔ ورنہ تمہارے پاس آتے ہوئے پربھنی پر ان سے ملنے کا موقع بھی ملیگا۔

تمہارے والد کا خط کئی دن سے نہیں ملا۔ نہیں معلوم وہ اب کہاں ہیں؟ میری طرف سے ان کو اس تبادلے اور تمہاری خیریت کی مبارکباد دیدو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ انہوں نے مجھے بھلا دیا ہو۔

تمہارا دعاگو

امجد

۱۵ر دے ۴۴ف

---

۵۱ ایک عرصہ سے پیچش سے بیمار تھیں شدت مرض سے چلنا دشوار تھا۔

عزیز بچی،

خدا تم کو اچھا رکھے۔ کارڈ ملا کیفیت معلوم ہوئی،

شال کا قصہ یہ ہے کہ اسکو میں نے اپنے لئے خریدا تھا، مگر اس کے رنگ اور نفاست نے تمہاری یاد دلا دی اور یہ تمہارے لئے موزوں سمجھا گیا ہے۔ وضع الشئی فی محلہ (ہر چیز اپنے محل پر اچھی معلوم ہوتی ہے) کے تحت تم کو بھیج دیا گیا۔ امید ہے کہ تم نے بھی پسند کیا ہوگا۔ خدا مبارک کرے، اور تمہاری صحت و عافیت کا باعث ہو۔

تمہارا دعاگو فقیر امجد

۹ ربہمن ۴۴ف
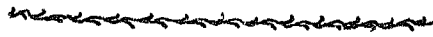
عزیز بچی! سلام علیکم

اسکے پہلے کارڈ لکھا تھا۔ جواب نہیں آیا۔ نہیں معلوم اب تمہاری صحت کیسی ہے۔ تاکہ میں غور کروں کہ مجھے تمہارے ہاں آنا چاہیئے کہ نہیں؟ کیونکہ عدم صحت کی صورت میں میرا آنا محض بیکار ہوگا۔

میں نے پہلے خط میں ایک دوا بھی بتلائی تھی۔ تمہارے والد کو بھی خط لکھا تھا۔ نہ ادھر سے کوئی جواب آیا نہ ادھر سے۔

احمد حسین

۲۴ ربہمن ۴۴ف
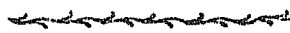
السلام علیکم۔ میں منگل کے آٹھ بجے بفضلہ تعالیٰ حیدرآباد پہنچ گیا، ریل میں عجیب عجیب تماشے رہے۔ ملاقات پر کہے جائیں گے۔ کل تمہارے بابو کے پہنچ جانے کی اطلاع ملی تھی۔ امید ہے کہ تم بھی اورنگ آباد واپس آگئی ہوں گی۔

اب مزاج کی کیا کیفیت ہے؟ اور دوا سے کیا فائدہ ہے؟ ڈاکٹر کی تشخیص اور دوا کی کیا فیس ہوئی؟

تمہاری والدہ کو بھی ہمارا سلام پہنچا دو آج ایک خط تمہارے بابو کو بھی لکھا ہے۔

سید احمد حسین امجد

۴ر اسفندار ۱۳۴۴ف

السلام علیکم۔ خط مورخہ ۱۵ر اسفندار ملا۔ خط پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ کہ ہنوز روز اول ہے۔ اس قدر روپیہ خرچ ہوا۔ حاصل کچھ بھی نہ ہوا۔ والدہ اور بچے جانے کے بعد تو گھر میں بالکل سناٹا ہوگیا ہوگا۔ اکیلے میں جی ضرور گھبراتا ہوگا۔ ایک بیماری، دوسری تنہائی۔ کمبخت جی لگنے کی کوئی صورت نہیں میں نے شاید بمبئی میں کچھ کہا تھا۔ اگر اس پر عمل کرو تو بہت کچھ انشاء اللہ طبیعت سنبھل جائے گی۔ اپنے آپ سے جی بہلانے کی کوشش کرو۔ تم ہمیشہ اپنے ساتھ ہو، دوسرا کوئی بھی ہمیشہ تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔

ریل میں تماشا یہ ہوا کہ ایک ہندو زنانہ ڈبہ میں آگیا سامان رکھتے

ہوئے جمال عائشہ سے ٹکرا گیا۔ اس نے اس کو ڈھکیل دیا، وہ جاکر عورتوں پر گرا جن کو تم نے بھی بمبئی میں دیکھا تھا۔ ان کے مردوانے نے آکر اس کی خوب مرمت کی غریب کو مار کر نکال دیا۔

سردی کی بہت تکلیف رہی، رات بھر اٹھتے بیٹھتے گزری مسافروں کی کھچا کھچ نے ناک میں دم کر دیا۔ واڑی پہنچ کر سانس لینے کی فرصت ملی گھر پہنچتے ہی مجھے بخار آ گیا۔ اور اب تک جاڑے بخار میں مبتلا ہوں ایک خط تمہارے باوا کو بھی لکھا ہے اس کا جواب ابتک نہیں ملا۔

امجد

۱۸ ر اسفندار ۴۴ھ ف

~~~~~~~~~~

اچھی بچی! خدا تعالیٰ تم کو بصحت و عافیت رکھے۔

تمہارے باوا نے تعطیلات عید میں پرہنی آنیکو تو کہا ہے اور مجھے کلمنوری جانا ہے دیکھنا اسوقت تک کیا ہوتا ہے

میں نے داروغہ صاحب سے دو سرو کے درختوں کے لئے کہا تھا۔ مگر واپسی میں اورنگ آباد نہ آ سکا کیا کسی آنے جانیوالے کیساتھ دو چھوٹے اور موٹے بچے تم روانہ کر سکتی ہو؟

امید ہے کہ اب تمہارا مزاج اچھا ہوگا۔

اس مضمون کو کس پرچے میں بھیجا ہے۔

سید احمد حسین ۲۴ رفروردی ۴۴ھ ف
~~~~~~~~~~

السلام علیکم۔

تمہارے دو کارڈ ملے۔ میں مع اہلیہ جے پور چلا گیا تھا، وہاں سے دہلی
آگرہ وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے تقریباً دو ہفتے کے بعد واپس آیا۔ اسلئے
جواب نہ دے سکا۔ تمہاری صحت کی خبر سے بہت خوشی ہوئی۔
خدا تعالیٰ تم کو بھی خوش رکھے۔

تمہارا دعا گو

امجد ۲۶ر خورداد سنہ ۴۴ف

سلام علیکم

تمہارا خط ملا۔ عید والا مضمون اور رباعی عالمگیر کے عید قربانی نمبر
میں طبع ہوئی ہے جس میں تمہارا ذکر بھی آگیا ہے۔ سفر کے تفصیلی حالات
لکھنے کے لئے اسوقت وقت نہیں ہے انشاءاللہ پھر کبھی اس کی تفصیل
کر سکوں گا۔

آجکل گرمی کیوجہ سے ہوش ہی نہیں ہیں۔

ابھی تمہارے باپو کا خط بھی ملا۔ ان سے بھی تمہاری خیریت معلوم ہوئی

امجد

۲ر تیر سنہ ۴۴ف

حضرت امجد کے خطوط بموسومہ ہاشمی

عزیزم۔ مولوی مسٹر[1] نصیر الدین عبد الباری صاحب ایدہ اللہ بنصرتہ

السلام علیکم۔ بہت دن کے بعد آپکا خط ملا۔ پھر بھی مہربانی کا شکر گزار ہوں اب بھی آپ خط نہ لکھتے تو کیا کر لیتا۔ مولوی ولی اللہ حسینی و میر مظہر علی صاحبان و صابر میاں صاحب کو آپ کا پیغام پہنچا دیا گیا۔

تم پر شاباش ہے کہ تھوڑی سی انگریزی میں بہت کچھ کام کر لیا، مخالفوں نے کس کو چھوڑا ہے کہ تم بچ سکو گے؟ ہم کو اپنے کام سے کام رکھنا چاہیئے۔

کامیابی کے نہیں ہم ذمہ دار

کام کی حد تک ہمارا کام ہے

میری کتابیں تم لے گئے تھے نہیں معلوم کیا کیا۔

میاں نصیر، کسی سنہرے جال میں اسیر نہ ہو جاؤ۔

خدا تعالیٰ کے صنائع دیکھو، اور خوب دیکھو، مگر مہربانی کر کے صنائع میں الجھ کر صنّاع کو نہ بھول جاؤ تمہارے سفر کا یہی نقطہ نظر ہونا چاہیئے۔

مشہور مصنفہ میری کوریلی کی تصویر مل سکے تو میرے لئے لیتے آنا یا بھیج دینا

احمد حسین امجد

۸ر دسمبر ۱۹۲۸ء

---

[1] اول الذکر تین خطوط مجھے لنڈن میں موصول ہوئے تھے۔

عزیزم ۔ السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ آپکا خط ۱۶/۵ ۲۹ وصول ہوا۔
تعجب ہے کہ میں بہ نسبت حیدرآباد کے آپ کو لندن میں زیادہ یاد آرہا ہوں
اور بہ نسبت یہاں کے عقیدت و محبت کا اظہار وہاں جاکر زیادہ ہو رہا ہے سچ ہے

زندگی ہے کسی پہ مرنے کو
دُور ہوں صرف یاد کرنے کو

آپ کے کام اور کامیابیاں دیکھ کر بہت مسرت ہوئی، تعجب ہے کہ
بغیر انگریزی دانی کے انگریزی ملک میں آپ نے اپنا کام امید سے زیادہ
کامیاب کر دکھایا

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اب تک آپ کے بھائی اور والدہ صاحبہ حج سے واپس نہیں ہوئے ۔
امید ہے کہ وسط جون تک آجائیں گے ۔
ایک نواب صاحب کا مکان اور اُسکا قیمتی فرنیچر اور سامان دیکھ کر
ایک رباعی کہی ہے ۔ آپ بھی اچھی طرح سن لیجئے ۔

رباعی

ڈیوڑھی نہیں، در نہیں، کہ درباں نہیں؟ بلبل نہیں، گل نہیں، کہ بستاں نہیں؟
ہے جمع جہان بھر کا سامان گھر میں خاطر جمعی کا کوئی سامان نہیں؟

تمہارا دعاگو

سید احمد حسین امجد

۲ر جون ۱۹۲۹ء

میاں نصیر نصرکم اللہ

السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

تمہارا تفصیلی خط ملا پھر بھی کتابت سے تفصیلی کیفیت کیا معلوم ہو سکتی ہے تم آؤ تو پھر سنیں گے نہیں معلوم تم کیا ہو کر آؤ گے؟ اگر وہاں ایمانی ترقی ممکن نہیں تو مہربانی کر کے تنزل میں تو نہ گرو

اونچے محلوں میں لطف تو آتا ہے　　ہر ایک قدم پہ نفس اترا تا ہے

اچھی تو ہے دنیوی ترقی امجد　　غم یہ ہے کہ ایمان گھٹا جاتا ہے

دیکھو اس ایمان کے حبل المتین کو ہاتھ سے نہ چھوڑو خدا تعالیٰ تمہاری تائید کرے۔

عبدالرؤف صاحب حج سے آگئے تم کو بھی اسکی اطلاع ہوئی ہوگی کچھ دن بیمار ہو گئے تھے لیکن اب اچھے ہیں۔

تین قطعہ کارڈ وصول ہوئے سب کارڈ اچھے اور میرے مذاق کے ہیں افسوس ان کا صحیح قدردان باقی نہیں رہا۔

میری کوریلی کی تصویر کی بھی فکر رکھو سہولت سے مل جائے تو ضرور بھیجو۔ خدا تم کو اچھا رکھے۔

تمہارا دعاگو

امجد ۲۵ جولائی ۱۹۲۹ء

عزیزم۔

السلام علیکم۔ دو رباعیات[۵۱] بھیجتا ہوں بھیجدیجئے۔ چہارشنبہ کو منقبت خوانی ہوگی۔ اسلئے آپ جمعہ کو آئیں۔

اس عشق کی راہ، کوئی ہمسے پوچھے ۔۔۔ اس جادہ کی تھاہ کوئی ہمسے پوچھے
آنکھیں نہوں جسکو، وہ تمھیں کیا دیکھے ۔۔۔ تم کیسے ہو؟ آہ کوئی ہم سے پوچھے

گیسو میں ہے بل، کہ میرے خم کو دیکھو ۔۔۔ رُخ ہنستا ہے، کہ اس ستم کو دیکھو
اظہار کمال میں، ہر اک کامل ہے ۔۔۔ سب کی یہی خواہش ہے کہ ہم کو دیکھو

سید احمد حسین امجد

۲۰/ دی ۱۳۴۴ف

عزیزم!

السلام علیکم۔ تمہارا خط ٹھیک اسی دن پہنچا جبکہ میں کلمنوری پہنچا تم دونوں کی صحت کی طرف جی لگا ہوا تھا۔ اس خط سے خبر صحت معلوم کرکے مسرت ہوئی۔ عبدالرؤف صاحب نے بہت مشکل سے چھوڑا۔ ورنہ

---

[۵۱] رسالہ ساقی کے سالنامے کیلئے میں نے خواہش کی تھی اسلئے یہ انکو بھیجنے کیلئے ارسال کی گئی تھیں۔

میں اس سے پہلے ہی کلمنوری آجاتا۔ تمام بچوں نے روتے روتے مُنہ سُجا لیا تھا رخصت کا وقت بہت تکلیف دہ تھا۔ انتہائی محبت بھی بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ پربھنی میں دعوتوں کا سلسلہ غیر امتناہی ہوگیا تھا۔ جان چھڑا کر بھاگنا پڑا۔

منصف[۵ا] صاحب آپکو سلام کہتے ہیں۔ میری اور میری اہلیہ کی طرف سے تم کو اور زبیدہ اور بچوں کو عید کی مبارک اور دعا پہنچے۔

میں انشاءاللہ جمعہ کے دن رات کو آٹھ یا نو بجے کاچی گوڑہ اسٹیشن پہونچوں گا۔ ولی اللہ حسینی سے ملاقات ہو تو سلام کہہ دینا۔

سید احمد حسین امجد
۱۴ ار اردی بہشت ۱۳۴۹ ف
از کلمنوری

[۵ا] مولوی عبدالمعز صاحب میرے ہم جماعت تھے اور حضرت امجد مدظلہ کے رشتہ دار تھے افسوس ہے گزشتہ مہینہ ان کا نوجوانی میں انتقال ہوگیا۔

ہاشمی صاحب کے دیگر تالیفات

(۱) "حضرت امجد کی شاعری" حکیم الشعرا حضرت سید احمد حسین صاحب امجد مدظلہ کے ہر قسم کے کلام پر تبصرہ کیا گیا اور نمونہ کلام بھی دیا گیا، قیمت .... عمہ

(۲) "یورپ میں دکھنی مخطوطات" یورپ کی دکھنی قلمی کتابوں کی تفصیل اور نظم و نثر کا نمونہ، زبان اردو کی تاریخ کے لیے نہایت اہم کتاب ہے، مشاہیر ہندوستان اور علماء یورپ نے بہترین آراء کا اظہار کیا ہے مجلد صہ غیر مجلد للعہ

(۳) "رہبر سفر یورپ" سفر یورپ کے متعلق بیش بہا معلومات کا ذخیرہ ہے درحقیقت رہبر سفر یورپ ہے، یورپ کے تمدن و معاشرت پر بھی تفصیلی بحث کی گئی ہے ۱۰/

(۴) "دکن میں اردو" مولف کا شاہکار اب تیسری مرتبہ زیر طبع ہے۔

(۵) "عہد عثمانی میں خواتین کی بیداری" مولف کی جدید اور تازہ تالیف اس میں خواتین دکن کی ہر جہتی ترقی کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، خواتین کی علمی، تمدنی، معاشرتی اور سماجی ترقی کا مفصل تذکرہ ہے (زیر طبع)

مینیجر شمس المطابع بک ڈپو نظام شاہی روڈ حیدرآباد دکن

خدا کا شکر ہے

کہ

شمس المطابع مشین پریس میں ہر قسم کی لکھائی چھپائی کا کام نفیس، دیدہ زیب اور وقت مقررہ پر انجام پا رہا ہے اور اسکی شہرت دور دور تک ہوتی جا رہی ہے۔

آپ بھی کار لایقہ سے یاد فرما کر عزت افزائی فرمائینگے

خاکسار